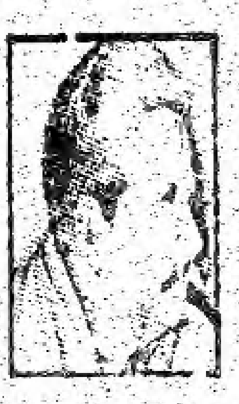
THE
MESSENGER

پیغامبر

پبلشر و ایڈیٹر: سہیل اختر
فون نمبر

جلد: ۵
شمارہ: ۱۱



فرمودۂ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور
کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے زر و سیم
عشق و مستی نے کیا ضبطِ نفس مجھ پہ حرام
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم (ضربِ کلیم)



قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اتحاد ○ ایمان ○ نظم و ضبط

ہم مسلمان ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں۔ پس یہ لازمی اور ناگزیر ہے کہ ہم ملت کی حیثیت میں بھی ایک ہوں۔ آپ نے وہ ضرب المثل ذہن میں رکھی ہوگی کہ اتحاد میں طاقت ہے۔

(قبائلی سرداروں سے خطاب۔ پشاور ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء)

افغانستان سے تمام غیر ملکی فوجیں فوری طور پر واپس چلی جائیں

غیر ملکی مداخلت بہتر ہمسائیگی کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے ○ افغانستان کی غیر جانبدارانہ اور آزاد حیثیت بحال کی جائے

بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کی واپسی سے مشرقِ وسطیٰ میں پائیدار امن قائم ہو سکتا ہے

زمبابوے کے وزیرِ اعظم رابرٹ موگابے کے دورۂ پاکستان کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ جاری کر دیا گیا

اسلام آباد (اے پی پی) زمبابوے کے وزیرِ اعظم رابرٹ موگابے کے دورہ پاکستان کے اختتام پر جاری ہونے والے ایک مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ زمبابوے کے وزیرِ اعظم رابرٹ موگابے اور پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے دو طرفہ معاملات اور اہم بین الاقوامی مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ ان تمام امور پر دونوں رہنماؤں کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی گئی۔ زمبابوے کے وزیرِ اعظم رابرٹ موگابے اور پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس بات پر زور دیا کہ منصفانہ اور پائیدار عالمی نظام ... معاملات میں عدم مداخلت اور علاقائی استحکام اور اقتدارِ اعلیٰ کے احترام کے اصولوں کی بنیاد پر ہی قائم ہو سکتا ہے۔ دونوں ملکوں نے پرامن ذرائع اور اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے ڈھانچے کی روشنی میں تنازعات حل کرنے کے عہد پر قائم رہنے کا اعادہ کیا۔ مشترکہ اعلامیہ کے مطابق صدرِ پاکستان نے وزیرِ اعظم موگابے کو افغانستان کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ دونوں رہنماؤں نے ایک غیر ملکی طاقت کی طرف سے افغانستان میں مسلح مداخلت کو اچھے ہمسائیگی کے اصولوں کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے وہاں سے تمام غیر ملکی فوجوں کی واپسی اور افغانستان کی آزاد اور غیر جانبدارانہ حیثیت کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ دونوں رہنماؤں نے امید ظاہر کی کہ افغان مسئلے کے حل کے سلسلے میں اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ زمبابوے کے وزیرِ اعظم مسٹر رابرٹ موگابے نے ۳۰ لاکھ افغان مہاجرین کی دیکھ بھال کے لئے پاکستانی کوششوں کو سراہتے ہوئے مزید عالمی امداد کی ضرورت پر زور دیا۔ دونوں رہنماؤں نے اس توقع کا بھی اظہار کیا کہ پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین جلد ہی با عزت طور پر اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں گے۔ صدرِ پاکستان نے ایران، عراق تنازعے کے حل کے سلسلے میں تنظیم اسلامی کانفرنس کے تحت کی جانے والی کوششوں سے مسٹر رابرٹ موگابے کو آگاہ کیا۔ دونوں رہنماؤں نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ تنازعے کا جلد حل نکل آئے گا اور ایران، عراق کی حکومتیں اور عوام اپنے وسائل دونوں ملکوں کی تعمیر و ترقی پر صرف کریں گے۔ مشترکہ اعلامیہ کے مطابق دونوں ملکوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ مشرقِ وسطیٰ میں منصفانہ اور پائیدار امن بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اسرائیل کی مکمل اور غیر مشروط واپسی سے ہی ممکن ہے۔



اندرا گاندھی کا برا وقت آ چکا ہے، وہ پاگل ہو جائیں گی

مئی ۱۹۸۲ء میں عالمی جنگ اٹھارہ روز تک جاری رہے گی

کشمیر کے مسئلے پر پاک بھارت جنگ ہوگی

نجومیوں کے بین الاقوامی اجتماع کی پیشگوئیاں

بیگم نصرت بھٹو اور بے نظیر کے خلاف طیارے کے اغوا کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا

مرتضیٰ بھٹو کو کابل سے واپس پاکستان بھیجنے کے لئے کابل حکومت کو باضابطہ درخواست دے دی گئی ہے۔ شریف الدین پیرزادہ

جنگی تیاریوں کے لئے بھارت کے زبردست منصوبوں کا انکشاف

بھارت پر کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہے طیارے بنائے۔ برطانوی ایرو سپیس

پاکستان کو امریکی اسلحہ کی فراہمی کے بہانے بھارت تمام دفاعی منصوبوں پر نظرِ ثانی کر رہا ہے۔ ٹائمز آف انڈیا

شریف الدین پیرزادہ بغداد میں اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس میں پاکستانی وفد کی قیادت کریں گے

بھارت مغربی جرمنی سے آبدوزیں حاصل کرے گا

پاکستان کے ترکی میں ایٹمی دھماکے کی خبریں من گھڑت ہیں

ہریانہ میں مسلم کش فسادات کے دوران ۱۲ افراد زخمی ہو گئے

گائے کا گوشت فروخت کرنے پر ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملہ بول دیا

۲۰ افراد گرفتار۔ متاثرہ علاقے میں پولیس بھیج دی گئی

میرا ابھی شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔ ساجدہ بیگم

بقیہ: صفحہ اول سے آگے

دینے پر بھی تیار ہے جس کا مال برآمد کر کے پاکستان زرمبادلہ کما سکتا ہے اور انہی کی پیداوار کی برآمد سے روس کو قرضہ بھی ادا کر سکتا ہے انہوں نے کہا کہ روس نے ترقی پذیر ملکوں سے جو اقتصادی تعلقات قائم کر رکھے ہیں پاکستان اس میں دوسرے نمبر پر ہے اور بھارت تیسرے نمبر پر اور روس کی طرف سے یہ پیشکش نہایت اہم ہے اور حالات اور روسیہ کی تبدیلی کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے اس واضح تبدیلی کی وجوہات غالباً یہ ہیں۔

۱۔ پاکستان کا امریکہ کی طرف جھکاؤ روس نہیں چاہتا کہ واشنگٹن بیجنگ کا اتحاد اب ایک مضبوط اہم کی شکل اختیار کر لے۔ روس خود پاکستان پر حملہ کرنے کا ارادہ فی الحال نہیں رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ وہ بامر مجبوری "مار دو اور بھاگو" کی پالیسی پر عمل کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے وہ صرف افغان فوج ہی استعمال کر سکتا ہے جو کہ فی الوقت موجود نہیں اور ہتھیاروں کے باوجود پاکستان کی فوج کے مد مقابل ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ افغان فوج [illegible] کرنے جائے اور مع ہتھیاروں کے واپس ہی نہ ہو رہے۔

۲۔ اندرون افغانستان مجاہدین کی مزاحمت نے شدید صورت اختیار کر لی ہے۔ باوجود کوششوں کے روس اور کابل دونوں مجاہدین کی ہتھیاروں کی سپلائی لائن کو نہیں کاٹ سکے علاقہ کی نوعیت اور سرحد کا پھیلاؤ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

۳۔ روس، پاکستان اور چین کے درمیان اختلافات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ بیجنگ میں حال ہی میں چینی عوامی فوج کے نائب سربراہ کا یہ اعلان کہ چین بیرونی حملے کی صورت میں پاکستان کی ہر حالت میں مدد کرے گا روس کے لئے لمحہ فکریہ ہے چینی وزیر اعظم نے بھارت کو بھی علاقے کے "بڑے بھائی" کے خطاب سے نوازا ہے روس کو شک ہے کہ کہیں پھر "ہندی چینی بھائی بھائی" کا دور نہ لوٹ آئے کیونکہ اندرا گاندھی کسی بھی وقت اپنے رویہ میں تبدیلی لا سکتی ہے اس لئے روس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک متبادل صورت کی گنجائش ہر حال میں موجود رکھے۔

۴۔ کابل حکومت روس کے لئے ایک مہنگا سودا ثابت ہو رہی ہے۔ موجودہ حالات شاید ایک دور روس مزید ایسے ہی چلے جائیں عالم اسلام کے تعاون کی اس وقت روس کو اشد ضرورت ہے وہ صرف اپنی صلح پسندی کا ثبوت دے کر ہی یہ تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

۵۔ پاکستان نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ اسے کابل میں روسی طرفدار حکومت کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں روس اور کابل کے رویہ میں واضح تبدیلی کا ثبوت وہ تعاون ہے جو یہ دونوں اس وقت والدہائیم کے نمائندہ سے کر رہے ہیں۔

۶۔ پاکستان کا بار بار کا یہ واضح اعلان کہ وہ امریکہ سے کسی فوجی اتحاد میں شامل نہیں ہو رہا اور نہ ہی امریکہ کو اپنے علاقہ میں اڈے دینے پر تیار ہے اس کی تشفی کے لئے کافی ہے کیونکہ وہ اپنے طور پر بھی ان اعلانات کی صحت کی تصدیق کر چکا ہے۔

۷۔ واویلا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندرونی حالات سے خوفزدہ بھی ہے فرقہ وارانہ فسادات نے اس کی ساکھ کو خاک میں ملا دیا ہے ہتھیاروں کے خلاف واویلا میں امریکہ نے بھارت کا ساتھ نہیں دیا اور برطانیہ نے خود اس کی کرنسی پر اسے جھاڑ پلا دی۔ صوبوں میں علیحدگی کی تحریکیں خاص طور پر مقبوضہ کشمیر میں کشمیری لیڈروں کے حالیہ بیانات نے اندرا گاندھی کو حواس باختہ کر دیا ہے فاروق عبداللہ نے واضح الفاظ میں اس کی تردید کی کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے چنانچہ اندرا گاندھی نے بہار شریف میں اخبار نویسوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ وہ اب رقت آ گیا ہے کہ وہ ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ ان ہی وجوہات کی وجہ سے روس اس بارے میں پر امید ہیں کہ اس کا اشارہ کرتے ہی بھارت پاکستان پر حملہ کر دے گا اس حقیقت کے اگرچہ آثار موجود ہیں کہ بھارت عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنے طور پر کوئی عملی قدم اٹھائے لیکن اس کے لئے بہانہ صرف کشمیر کا معاملہ ہی ہو سکتا ہے اور کشمیر میں شیخ عبداللہ کی پارٹی سے وہ پہلے ہی جیت ہو چکی ہیں ہتھیاروں کا واویلا اس وجہ سے نہیں کہ پاکستان کی حملہ کی قوت بڑھ گئی ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ پاکستان کی دفاعی قوت بھارت کے لئے لوہے کے چنے ثابت ہو سکتی ہے ان ہتھیاروں کے حصول کے بعد وہ پاکستان کو ترنوالہ نہیں کہہ سکیں۔ اندرون ملک مسلمانوں کی ۱۲ کروڑ کی اقلیت کو وہ نظر انداز نہیں کر سکتیں اور سکھوں کا حالیہ علیحدگی کا مطالبہ جس میں بھارتی مسلمانوں کی اور پاکستان کی حوصلہ افزائی بھی شامل ہے بھارت کی حکومت کے لئے ایک نیا دردِ سر ہے ممکن ہے کہ یہ تحریکیں مکمل طور پر اپنا نصب العین حاصل نہ کر سکیں لیکن یہ بھارتی قیادت کے لئے سنگین مشکلات ضرور پیدا کر سکتی ہیں۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان اور روس کے درمیان نئے خوشگوار تعلقات کی ابتدا کا وقت آ گیا ہے جس پر غور ہونی ضروری ہے اگر روس اس بارے میں سنجیدہ ہو تو وہ لیو رنڈ لائن کے قبضہ کر سیر کے سلسلے ختم کر دینے کی پیشکش نہ کرتا۔ یہ پاکستان کے لئے ایک بہت بڑی رعایت ہے لیکن کیا پاکستان اس پوزیشن میں ہے کہ وہ ۲۰ لاکھ افغان مہاجرین کو واپس اپنے وطن جانے پر راضی کر سکے اور دودھ کے جلے ہوئے اس پر کم ہی راضی ہوں گے بعض دفعہ ہاتھوں سے دی ہوئی گانٹھیں دانتوں سے کھولنی پڑ جاتی ہیں افغان مہاجرین کی واپسی پاکستان کے لئے بہت بڑا مسئلہ ثابت ہو گی خدا پاکستان کو اپنے حفظ امان میں رکھے آمین۔

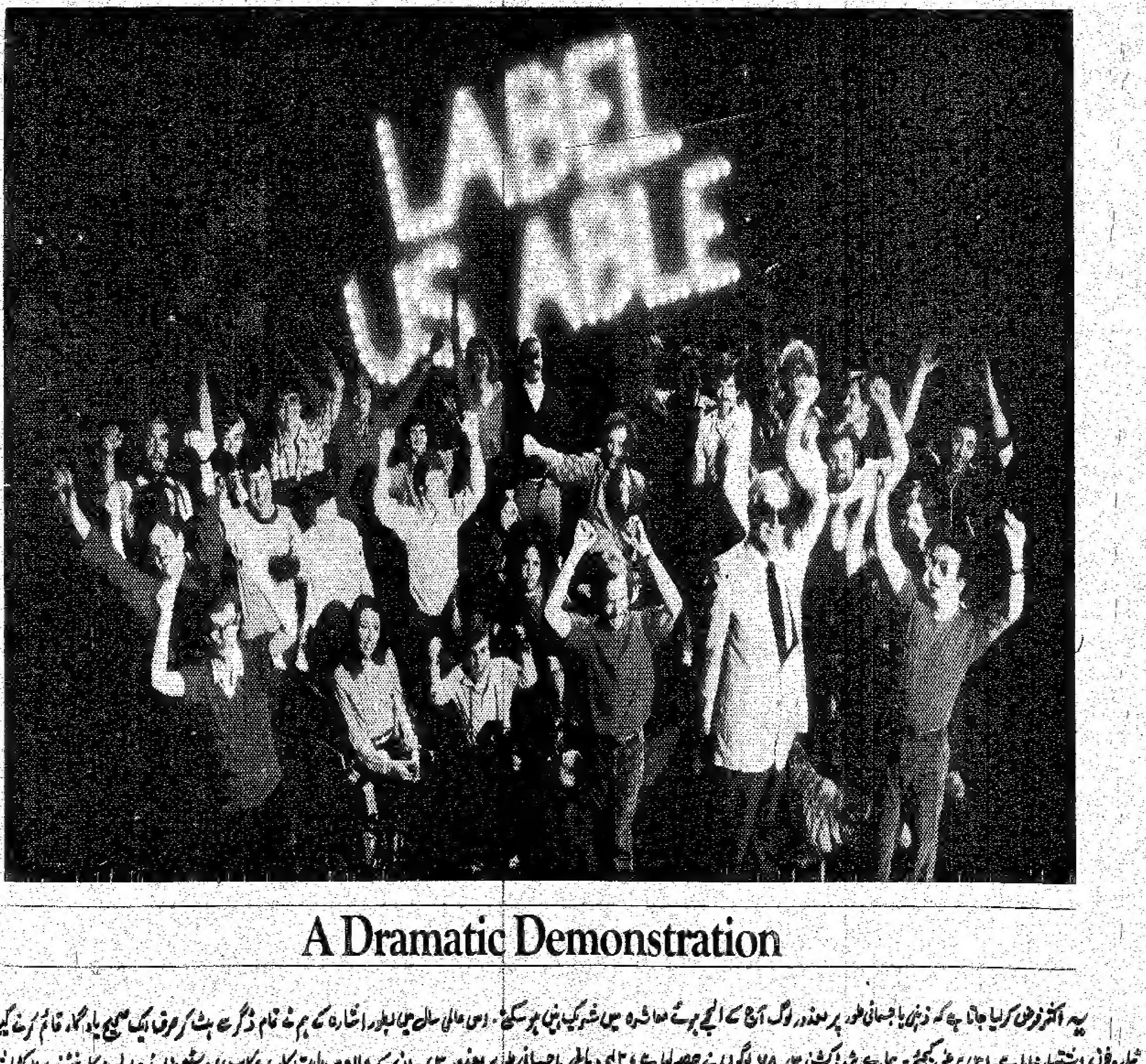
روس پاکستان کو ایٹمی پاور پلانٹ دینے کے لئے تیار ہے

ہم تیل نکالنے اور زرعی و صنعتی ترقی میں پاکستان کی مدد کرنا چاہتے ہیں، مسٹر سمرنوف

کراچی — پاکستان میں سوویت یونین کے سفیر مسٹر سمرنوف نے اعلان کیا کہ ان کا ملک پاکستان کو ایٹمی پاور پلانٹ انہی شرائط پر دینے کے لئے تیار ہے جن شرائط پر اس نے دوسرے ممالک کو دیئے ہیں کراچی میں پی پی آئی کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کا ملک ۲۰۰ میگاواٹ کا پاور یونٹ لگانے کے لئے بھی تیار ہے اس کے علاوہ سوویت یونین پاکستان کو ایلومینیم نکالنے کے لئے تکنیکی اور دیگر امداد دینے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے کہا کہ سوویت یونین پاکستان کو برآمدی مال تیار کرنے والی صنعتوں کے قیام اور ان کے پلانٹ فراہم کرنے کے لئے تیار ہے انہوں نے کہا کہ پاکستان ان صنعتوں کی پیداوار برآمد کر کے زرمبادلہ کما سکتا ہے اور اس پیداوار کا کچھ حصہ ان صنعتوں کے پلانٹ اور مشینری کی قیمت کے طور پر سوویت یونین کو دے سکتا ہے ایک سوال کے جواب میں مسٹر سمرنوف نے کہا کہ ان کے خیال میں پاکستان کو اپنی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سوویت یونین سے ایٹمی پاور پلانٹ کی فراہمی میں مشکل پیش نہیں آنی چاہئے۔ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے اس سلسلے میں انہوں نے کہا کہ ایٹمی پاور پلانٹ جیسے پیچیدہ منصوبوں کے بارے میں تفصیلات دونوں طرفین آپس میں طے کر سکتے ہیں انہوں نے یقین دلایا کہ بعض سرمایہ دار ممالک کے برعکس سوویت یونین نے ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں اور معاہدوں کی پاسداری کی ہے گدو میں ۲۱۰ میگاواٹ پاور کا پلانٹ لگانے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں مذاکرات پہلے ہی ہو رہے ہیں اور انہیں امید ہے کہ اس سلسلے میں انتظامات کو آخری شکل دی جائے گی سوویت سفیر نے کہا کہ سوویت یونین پہلے ہی پاکستان کو تیل نکالنے میں مدد دینے کے لئے تیار ہے اس سلسلے میں انہوں نے کہا کہ پاکستان اور سوویت ماہرین نے مل کر جو کام کیا وہ کافی سود مند رہا ہے انہوں نے کہا کہ سوویت یونین کے ساتھ ترقی پذیر ممالک کے ساتھ اقتصادی تعاون میں پاکستان دوسرے نمبر پر ہے جبکہ بھارت تیسرے نمبر پر ہے انہوں نے کہا کہ سوویت یونین اور پاکستان کے درمیان اقتصادی تعاون کے فروغ کے واضح امکانات موجود ہیں اور سوویت یونین پاکستان میں صنعتوں کے قیام کے لئے ہر قسم کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے انہوں نے کہا کہ سوویت یونین پاکستان کو زراعت کو مشینی انداز میں تبدیل کرنے کے لئے بھی تیار ہے مسٹر سمرنوف نے تیل نکالنے، پاور پلانٹ تعمیر کرنے، اسٹیل انڈسٹری لگانے اور ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کے سلسلے میں سوویت یونین کی طرف سے پاکستان کی مدد کا ذکر کیا اور کہا کہ سوویت یونین نے اب تک پاکستان کو گیارہ ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے میں مدد دی ہے

گھروں

ایک امریکی رسالے کی طرف سے یہ جاننے کے لئے سروے کیا گیا کہ امریکی خاندانوں میں گھر کا حاکم کون ہوتا ہے۔ شوہر یا بیوی؟ اس مقصد کیلئے سو خاندان چنے گئے۔ ننانوے بیویوں نے یہ دعویٰ کیا کہ گھر کی حاکم وہ خود ہیں اور ان کے شوہروں نے ان کے دعوے کی تصدیق کی۔ سو خاندانوں میں سے شوہر نے گھر کا حاکم ہونے کا دعویٰ کیا، لیکن بیوی نے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا۔ صرف ایک شوہر ایسا تھا جس کی بیوی نے اسے گھر کا حاکم بتایا۔ اسے رسالے کی جانب سے انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ پانچ ہزار ڈالر کی انعامی رقم سے کون سی چیز خریدے گا؟ تو اس نے فوراً مڑ کر اپنی بیوی سے پوچھا "ڈارلنگ مجھے کیا خریدنا چاہئے"۔



کرنیں

محمود حسین

اے نادان تجھے کس کی تلاش ہے۔ تو کس کی طلب میں سرگرداں ہے۔ بے سروسامان سرگرداں ہے۔ سمندر کی عمیق گہرائیوں میں پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیوں پر صحرا کی تپتی ریت میں نیلے آکاش میں تو کسے پانا چاہتا ہے۔ کس کی تمنا نے تجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ کس کو پانے کے لئے تیری روح بے تاب۔ کس کے لئے تو اتنا بے چین ہے۔ اوہ! اچھا تو خالق کا متلاشی ہے او پاگل وہ تو تیری شہ رگ کے قریب بستا ہے۔ تیرے آئینہ دل میں اس کا عکس نمایاں ہے۔

ایم صادق ملک

دنیا مکافات عمل ہے اور خدا کی لاٹھی کسی بھی مجرم کو نہیں بخشتی۔ کبھی نہ کبھی وہ غرور پرستی سہلے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس لاٹھی کی چوٹ سے بلبلا اٹھتا ہے اور کوئی اپنے اعمال کا بدلہ سمجھ کر خاموش ہو جاتا

نگہت

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کی زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ ہماری سوچوں کے دھارے یکسر بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ اور ہمارے خیالات کو اس قدر پریشان کرتے ہیں کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے حسین خوابوں کے دھنک رنگ پیرہن تار تار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

روحی خانم

آسمان جب روتا ہے تو کتنا شور مچاتا ہے وہ بجلی اور بادل سے مل کر خوب چیختا ہے جب کائنات کی ہر شے اس کی طرف متوجہ جاتی ہے تو اس کی پلکوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے وہ سب کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتا ہے۔ لیکن آہ! انسان کتنا بے بس ہے۔

ایم یونس راجہ

جذبے وہی پاکیزہ ہوتے ہیں جو بلندیوں پر رہیں۔ بلندیاں پاکیزگی کی امین ہوتی ہیں۔ اور کثافتوں سے پاک ہوتی ہیں۔ پستیوں میں کیچڑ ہوتا ہے۔

ایم سعید ملک

زندگی میں ہر انسان اچھے دنوں کا متلاشی ہے۔ وہ کبھی ان دنوں کو گل کی صورت میں کبھی اس کی مہک میں، کبھی بلبل کی چہک میں تو کبھی کلیوں کی چٹک میں، کبھی چشمے کے گیتوں میں تو کبھی بادل حسین برکتوں میں، کبھی بلبل کے نغموں میں، تو کبھی کوئل کی میٹھی آواز میں تلاش کرتا ہے۔ اور بد قسمت ہیں وہ لوگ جو اس جستجو میں اپنی زندگی کے آخری ایام ختم کر دیتے ہیں۔

مسز شہناز

لڑکیاں تو کانچ کی چوڑیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ سنبھلی رہیں تو شان بڑھ جاتی ہے۔ ٹوٹ جائیں تو اس کی کرچیاں سمیٹ کر کوئی اپنے آپ کو لہولہان نہیں کرتا۔

مس انجم

خوشبو بہار کی علامت خوشبو، خوشی کا پیغام دیتی ہے۔ خوشبو مگر تنہا انسان کے لئے دکھی انسان کے لئے یہی خوشبو بے قراریاں لاتی ہے اور جذبات سے عاری انسان جس کے دل میں محبت کے پھول نہ کھلے ہوں وہ بھلا پھولوں کی قدر کیا جانے۔

گل ریز اختر

[illegible]

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

سنہ مسیحی کا ایک سال اور ختم ہو گیا۔ بچہ جوانی کی جانب اور جوان بڑھاپے کی جانب، ایک سال اور کھسک آئے۔ بچے، جوان، بوڑھے، سب کے موت اور قبر ایک سال اور قریب ہو گئی۔ اور زندے اور مردے سب قیامت اور روز حساب سے بقدر ایک سال کے اور نزدیک ہو گئے۔ فرصت عمر جو عطا ہوئی تھی، اس کی مقدار میں ایک سال اور گھٹ گیا۔ ایک سال کی بدعملیوں کی سیاہی نامۂ عمل میں اور بڑھ گئی۔ کتنے ایسے ہوں گے جو اپنی سالگرہ کا جشن منانے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ جو سال نو کے طلوع پر ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہوں گے۔ جو نوروز کا خوشیاں منا رہے ہوں گے، پر کتنے ایسے ہیں جنھیں اس وقت کی بیش بہا دولت کے ضائع جانے پر تاسف ہو رہا ہو گا۔ جو یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ یہ دولت اب دوبارہ کسی طرح نہیں نصیب ہو سکتی۔ اور جو اپنی کوتاہیوں کو یاد کر کے ان کی تلافی آنسوؤں کے موتیوں سے کر رہے ہوں گے!

"وقت گزر گیا" "وقت چلا گیا" اس قسم کے فقرے جو آپ رات دن بولتے ہیں۔ کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ وقت گزر جانے سے مفہوم کیا ہوتا ہے اور یہ وقت جو چلا جاتا ہے۔ سو آخر کہاں جاتا ہے؟ سرے سے ناپید تو نہیں ہو جاتا اور نہ یہ آپ کبھی کہتے ہیں۔ آپ تو ہمیشہ صرف اسی قدر کہتے ہیں کہ وقت گیا۔ ہر جانے والا آخر کہیں نہ کہیں ہی جاتا ہے۔ پھر یہ وقت کہاں چلا جاتا ہے؟ ایک مسلمان کے لیے اس کا جواب کچھ بھی دشوار نہیں، اسے شروع ہی سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ہر شے خدا ہی کی طرف واپس جاتی رہتی ہے۔ بس وقت بھی وہیں جاتا ہے اور ہر سال، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر روز، ہر گھنٹہ ہر لمحہ، الغرض وقت کا ہر حصہ وہیں چلا جاتا ہے اور وہیں ذخیرہ غیب میں جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔ گویا فطرت کا وہ عظیم الشان خزانہ یا توشہ خانہ جس میں ہر شے جمع ہو جاتی ہے۔ وہیں ہر گزرا ہوا وقت بھی بطور ایک امانت کے جمع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اب جس شے کو مذہب کی بولی میں قیامت اور روز حشر کہا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ گزرے ہوئے وقت کی واپسی اور بازگشت کا وقت ہو گا۔ ہر لمحہ اور ہر دقیقہ جو اس دنیا میں گزر چکا ہے۔ اور جو بطور امانت خزانہ غیب میں جمع ہوتا چلا جا رہا ہے اس روز پھر از سر نو باہر لایا جائے گا۔ اور "ہر ماضی" کا نقش ایک بار پھر "حال" کے آئینہ میں نمودار ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، کسی نہ کسی [illegible] کے اندر ہی کرتے ہیں۔ یہ وقت کی مراجعت و بازگشت کے صاف معنی یہ ہیں، کہ ہمارے سارے عمل، کرتوت، ہماری نیکیاں اور بدیاں، ہمارے قول اور فعل، ہمارے حرکات اور سکنات، سب کچھ ہمارے سامنے از سر نو حاضر کئے جائیں گے اور یہی مراد ہے یوم بعث اور روز حشر سے۔ رب ارشاد ہو، آپ اس وقت کا ماتم کرنے کو تیار ہیں جو آج چلا جا رہا ہے کیوں؟ آپ دوسروں کو مال اڑا رہے ہیں۔ اپنی جس ہوشیاریوں اور دانائیوں پر آج آپ خوش ہو رہے ہیں اور جن دلی رنگین مزاجی، حباب مجلس کی سنتوں پر آج دو جو ترکتیں کر رہے ہیں۔ رات کی اندھیریوں میں آج آپ کو سیہ کاریوں کی مہلت مل رہی ہے۔ دن کی روشنیوں میں آج آپ اپنی دولت و حکومت کے جو تماشے دیکھ رہے ہیں۔ گھر کی خلوت میں آپ اپنے ظلم و غضبناکی کے جو نمونے پیش کر رہے ہیں۔ باہر کی جلوت میں آج آپ اپنی جس ریاکاری کی نمائش فرما رہے ہیں، ان میں سے ایک ایک شے وقت کے رجسٹر میں درج ہو رہی ہے۔ وقت کے کمرے میں اس کی تصویر اتر تی جا رہی ہے۔ جس وقت یہ رجسٹر کھلی کر رہا ہو گا جس وقت یہ مرقع نظر کے سامنے آ کر رہے گا۔ سوچیے اور سمجھیے کہ اس وقت آپ کے دل پر کیا گزرنے لگی؟ سنبھلیے کہ ابھی سنبھلنے کا موقع باقی ہے جاگیے کہ بہت سو چکے، رو دیجئے کہ بہت ہنس چکے۔ حاصل کیجئے کہ بہت ضائع کر چکے۔ پچھلا سال اگر بالکل غفلتوں اور نادانیوں کی نذر ہو چکا ہے۔ تو اس سے سبق لیجئے، اور دل میں پختہ عہد کیجئے، کہ اگر زندگی ہے، تو زندگی کا یہ سال بیکار نہ جانے پائے گا۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین

پیغامبر

THE MESSENGER

Editor & Publisher SOHAIL AKHTAR Tel. (416) 267 8006

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

۳ رجب ۱۴۰۱ھ

ہوائیں تیز ہیں سورج نکلنے والا ہے

طلسم شب نے کوئی رنگ پھر اچھالا ہے
کہاں نمود سحر ہے کہاں اجالا ہے

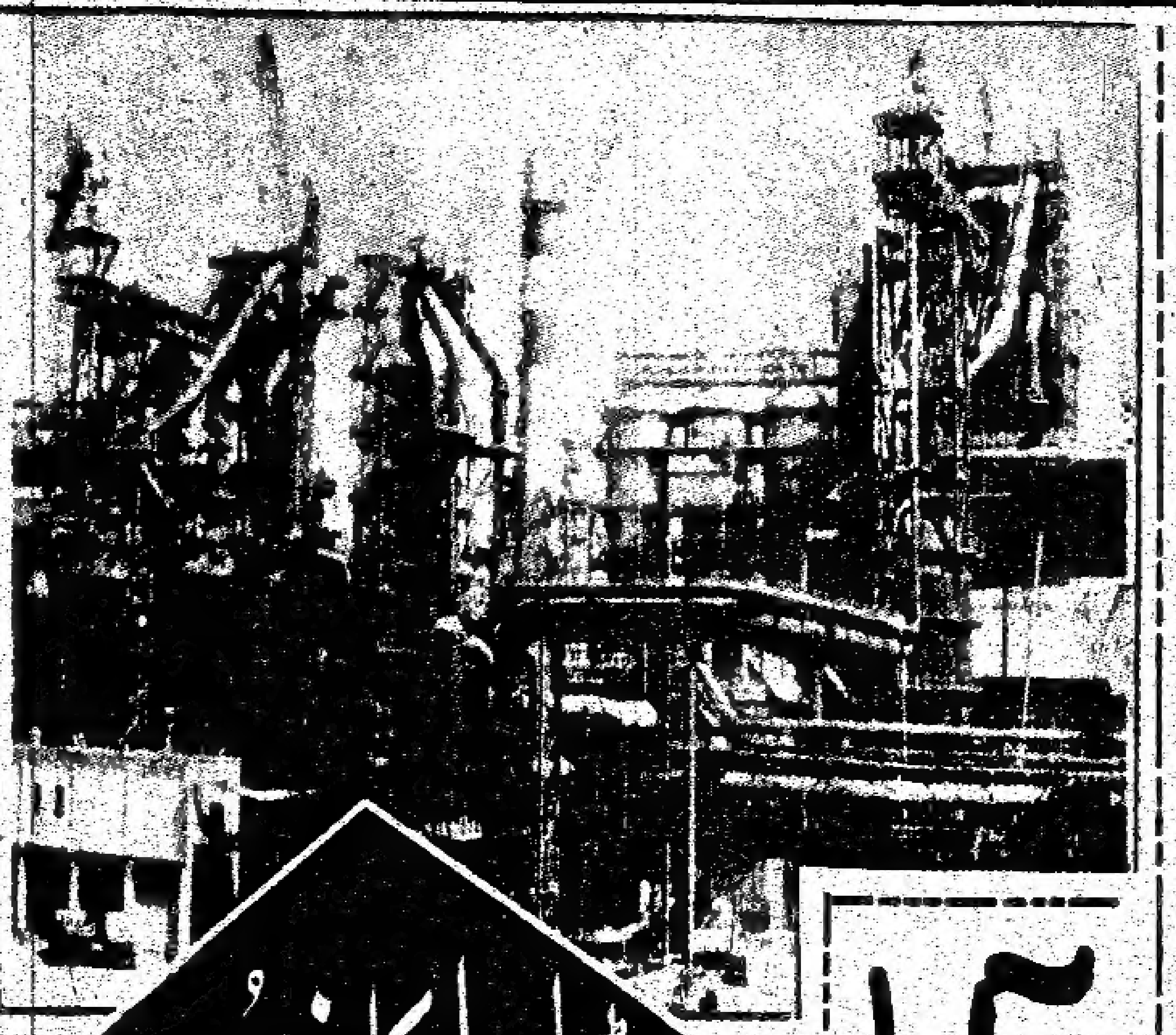
گریز پا ہیں پرندوں کی طرح اندھیارے
فضا سے کوئی اجالا برسنے والا ہے

یہ کس نے کنج قفس دفعتہً اجال دیا
سحر ہے یا مرے احساس کا اجالا ہے

کہیں سے آئی ہے زنجیر ٹوٹنے کی صدا
تمام اہل قفس کا جنوں دوبالا ہے

بھڑک رہے ہیں درو بام پر چراغ سحر
ہوائیں تیز ہیں سورج نکلنے والا ہے

اقتصادیات



کیا سٹیل مل کا منصوبہ پاکستانی معیشت کے خلاف سازش تھا؟

تحریر: ضیاء شاہد

کراچی کے قریب "پیپری" کے مقام پر روس کی امداد اور تکنیکی تعاون سے جو سٹیل مل بن رہی ہے وہ اخراجات کے اعتبار سے پاکستان میں اب تک سامنے آنے والا سب سے بڑا صنعتی منصوبہ ہے۔ اس مل کا انتظام پاکستان سٹیل ملز کارپوریشن کے پاس ہے۔ جو جولائی ۱۹۶۸ء میں قائم ہوئی۔ روس کے تعاون سے سٹیل مل لگنے کا منصوبہ ۱۹۷۱ء میں شروع ہوا۔ پہلے مل کا نام پیپلز سٹیل ملز اور اس شہر کا نام "ذوالفقار آباد" تجویز ہوا تھا۔ لیکن "عوامی حکومت" کے خاتمے پر مل اور نئے شہر دونوں کا نام تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب اسے پاکستان سٹیل ملز لمیٹڈ کہتے ہیں اور شہر اپنے پرانے نام "پیپری" سے پہچانا جاتا ہے۔

اس منصوبے کی اصل لاگت ۱۲ بلین (۱۲ ارب) روپے تھی جس میں ۷ بلین (۷ ارب) روپے کا روسی قرضہ شامل تھا۔ آج کل اس کی لاگت بڑھ کر ۲۰ ارب روپے تک جا پہنچی ہے جس میں روسی قرضہ کی رقم ۸ ارب روپے ہے۔ باقی ۱۲ ارب روپے پاکستانی کرنسی میں خرچ ہوئے ہیں۔

اب تک مل کے جو حصے مکمل ہو چکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر	ـــ	سو فیصد
کنسٹرکشن بیس	ـــ	سو فیصد
رہائشی کالونی	ـــ	۴۲ فیصد
انفراسٹرکچر	ـــ	۹۴ فیصد
مین پلانٹ	ـــ	۵ فیصد

منصوبے کے پھیلاؤ کا اندازہ صرف اس ایک امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں کام کرنے والوں کے لئے جو نیا شہر بسایا جا رہا ہے اس کا رقبہ ۱۲۶۰ ایکڑ ہوگا۔ اس میں سے ۳۰۳ ایکڑ پر تعمیرات جاری ہیں۔ پہلے مرحلے کے کل ۳۱۹۵ مکانوں میں سے ۱۴۴۶ مکان مکمل ہو چکے ہیں۔ بقایا رہائشی سہولتیں ۱۹۸۳ء تک مکمل ہو جائیں گی۔ تقریباً ۹۲ ہزار افراد یہاں رہائش پذیر ہو سکیں گے۔ فی الوقت یہاں ۸۰۰ روسی ماہرین موجود ہیں جن کے ساتھ ۳۰ ترجمان ہیں۔ ان ماہرین کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

جہاں تک کام کے آغاز کا تعلق ہے، پہلے مرحلے میں بلاسٹ فرنس مکمل ہو چکی ہے۔ اور اس میں کام شروع ہے۔ تاہم ابھی تک تجربات جاری ہیں اور پیداوار سامنے نہیں آئی۔

روسی امداد سے سٹیل مل کا یہ منصوبہ اس اعتبار سے "سفید ہاتھی" ہے کہ اس میں استعمال ہونے والے دونوں بنیادی اجزاء یعنی "آئرن اور" اور کوئلہ باہر سے منگوائے جائیں گے۔ حالانکہ دنیا میں ہمیشہ اسی جگہ سٹیل مل لگائی جاتی ہے اور کامیاب رہتی ہے جہاں "آئرن اور" اور کوئلہ دونوں موجود ہوں۔ "آئرن اور" سے مراد وہ خام لوہا ملی مٹی ہے جو زمین کے اندر سے نکلتی ہے۔ پاکستان میں اگرچہ "آئرن اور" موجود ہے لیکن اس کی کوالٹی نسبتاً کمتر ہے۔ چنانچہ روسی تعاون سے لگائی جانے والی سٹیل مل کے لئے ۲۰۳۰۰۰۰ ٹن آئرن اور ۱۲۶۰۰۰۰ ٹن "کوکنگ کول" باہر سے منگوائے جائیں گے۔ جو کوئلہ پاکستان میں ملتا ہے، گھٹیا قسم کا ہے اور اسی میں سے "کوک" یعنی زیادہ تیز جلنے والا نسبتاً صاف اور تیار کوئلہ نہیں نکلتا یا کم نکلتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں مقامی کوئلے سے کوک اگرچہ بن سکتی ہے لیکن اس کا بندوبست اور ضروری ساز و سامان موجود نہیں۔ عام کوئلے اور اس میں سے نکلنے والی کوک کے مابین فرق کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئلے میں "فکسڈ کاربن" یعنی تیز آنچ میں پگھلانے کی صلاحیت رکھنے والا مادہ صرف ۶۰ فیصد ہوتا ہے جبکہ کوک میں فکسڈ کاربن کی مقدار ۹۰ فیصد ہوتی ہے۔ "آئرن اور" کو پگھلانے کے لئے کوک کی ضرورت ہوتی ہے جو اچھی قسم کے کوئلے سے نکلتی ہے۔ اس قسم کا کوئلہ، کینیڈا، آسٹریلیا، امریکہ یا بھارت سے مل سکتا ہے اور "آئرن اور" آسٹریلیا، برازیل، کینیڈا، لائبیریا، سویڈن، وینزویلا یا بھارت سے منگوائی جا سکتی ہے۔

افغانستان میں بھی "آئرن اور" موجود ہے چترال میں اگرچہ کئی قسم کی اشیاء مثلاً المونیم، سٹون، فلورائٹ اور میگانیز پاکستان میں بھی مل جاتی ہیں تاہم ان کی کھپت بہت کم ہے۔ سٹیل بنانے میں بنیادی چیزیں کوئلہ اور لوہا ملی مٹی یعنی "آئرن اور" ہی شامل ہیں۔

دنیا میں شاذ و نادر ہی ایسی سٹیل مل کی مثال ملے گی جہاں ملکی کوئلے اور آئرن اور خواہ ان کی کوالٹی کیسی ہی کیوں نہ ہو کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے۔ اور تمام تر کوئلہ اور "آئرن اور" باہر سے منگوا کر سٹیل بنایا جائے۔ پاکستان کے علاوہ روس نے مصر، ایران اور بھارت کو بھی ایسی ہی سٹیل ملوں کے لئے قرضہ اور تکنیکی ماہرین دیئے تھے۔ سابق صدر ناصر کے جانے کے بعد روسی ماہرین کی واپسی شروع ہوئی تو مصری منصوبہ ٹھپ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایران میں خاصا کام ہو چکا تھا۔ اور ایک حصے نے سٹیل کی تیاری بھی شروع کر دی تھی مگر پائپ لائن پھٹ جانے کے باعث نہ صرف پلانٹ کو نقصان پہنچا بلکہ مرمت کا مسئلہ اس قدر طویل ہوا کہ شاہ کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور اب یہ مل بند پڑی ہے صرف بھارت میں روس کے تعاون سے یہ مل کام کر رہی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کوئلہ اور "آئرن اور" دونوں مقامی طور پر موجود ہیں اور اس مل سے پہلے بھی بھارت میں پرانے قسم کی انگریز کی تیار کردہ سٹیل ملیں چل رہی ہیں۔

آیئے دیکھیں پاکستان میں یہ سٹیل مل کیسے کام کرے گی۔

بتایا گیا ہے کہ جب پاکستان سٹیل مل تیار ہو جائے گی تو اس کی پیداوار ۱۱ لاکھ ٹن سالانہ ہو گی۔ اس میں بلٹ، گرم اور سرد طریقوں سے تیار کردہ سٹیل کی چادریں اور سانچے میں ڈھلی ہوئی اشیاء مثلاً اینگل آئرن، گارڈر وغیرہ شامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ سٹیل کی تیاری کے دوران ۱۳۵۰۰۰ ٹن سالانہ پگ آئرن بچے گا جسے ردی لوہا کہا جاتا ہے۔ اور جو گھٹیا قسم کی کوالٹی ہے۔

منصوبے کی لاگت کے حساب سے صرف مشینری کی سالانہ ٹوٹ پھوٹ اور قیمت میں کمی پورے دو ارب روپے اور کل سرمایہ کاری پر جو سود ہمیں ہر سال ادا کرنا ہوگا اس کا تخمینہ ایک ارب ۹۶ کروڑ روپے ہے۔ گویا پونے چار ارب روپے سالانہ تو صرف مشینری کی گھسائی اور قیمت میں کمی کے علاوہ سود کی ادائیگی پر آٹھ جائیں گے۔ اور اسی تناسب سے کل پیداوار پر اس رقم کو تقسیم کریں تو یہ ۳۴۰ روپے فی ٹن بنتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس وقت کینیڈا سے سٹیل بلٹ ۲۹۰۰ روپے فی ٹن ملک میں منگوایا جا رہا ہے جبکہ اندرون ملک ۳۴۰۰ روپے صرف ہر ٹن پر سود اور مشینری کی ٹوٹ پھوٹ کے ہوں

ہے۔ باقی قیمت اس کے علاوہ ہو گی۔ ۲۹۰۰ روپے کی اس رقم میں آپ باہر سے منگوائے جانے والے کوئلے، آئرن اور، لیبر اور دیگر اخراجات کو بھی جمع کر لیں تو ہماری مل میں تیار ہونے والا سٹیل کم و بیش چھ ہزار روپے فی ٹن پڑے گا اور کھلے بازار میں اس کی قیمت ۸ ہزار روپے فی ٹن ہو گی۔ اس قیمت میں اضافہ تو ہو سکتا ہے۔ کمی ممکن نہیں کیونکہ روز بروز خام مال کی قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں اور جہازوں کے کرائے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

یہ جائزہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس وقت پاکستان میں جو چھوٹی چھوٹی سٹیل ملیں اور فونڈریاں کام کر رہی ہیں وہ کس طرح سٹیل تیار کرتی ہیں۔ اور وہ ممالک بھی جن کے پاس آئرن اور یا کوئلہ موجود نہیں تھا، انہوں نے یہ مسئلہ کیسے حل کیا ہے۔

شہر شہر قائم چھوٹی چھوٹی بھٹیوں کے علاوہ پاکستان میں تین چار بڑی فونڈریاں موجود ہیں جو اس وقت ملکی سٹیل کی ضرورت کو معقول حد تک پورا کر رہی ہیں۔ ان میں سے دو کراچی میں ہیں۔ اور حکومت کی زیر نگرانی کام کرتی ہیں۔ پنجاب میں ایک اتفاق فونڈری ہے جو پرائیویٹ سیکٹر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تمام فونڈریاں اور ملیں "آئرن سکریپ" یعنی پہلے سے بنے ہوئے لوہے اور سٹیل کے فالتو اور کباڑ کو پگھلا کر اس سے دوبارہ سٹیل تیار کرتی ہیں۔ اور مارکیٹ میں فروخت کرتی ہیں کراچی میں "میٹرو پولیٹن" اور "کوالٹی" سٹیل تیار ہوتا ہے۔ اور لاہور میں "اتفاق"۔

مقامی مارکیٹ میں آئرن سکریپ تین قسموں کا ہوتا ہے۔

۱۔ ٹین ڈبہ

۲۔ میڈیم

۳۔ ہیوی (ہیگر)

ٹین ڈبے میں استعمال شدہ ڈھکنے، ڈبے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ اس کی قیمت ۱۰۰ روپے سے ۱۱۶ روپے تک ہوتی ہے۔ اس قسم کے اسکریپ میں سے دس فیصد پگھلائی کے وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم میڈیم کی قیمت نسبتاً زیادہ ہے۔ تاہم اس کے اجزاء کنٹینر، بالٹیوں وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کی ضائع ہونے والی مقدار ۶ فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی۔

تیسری قسم ہیگر قسم کے لوہے پر مشتمل ہے مختلف قسم کے گارڈر، بڑے پہیے وغیرہ۔ اس میں ڈھلائی کے وقت ضائع ہونے کا اوسط سب سے کم ہے۔

آئرن سکریپ ملک میں بھی ملتا ہے تاہم زیادہ تر باہر کے ملکوں سے منگوایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی عام ہے کہ متعدد ملکوں میں آئرن سکریپ کسی حد تک مفت مل جاتا ہے اور وہاں سے صرف اٹھانے کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جاپان اس صورت حال کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر مشرق وسطیٰ کے ملکوں سے آئرن سکریپ کے ٹھیکے حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس سکریپ کو پگھلا کر اور سٹیل تیار کر کے وہ اپنی کار سازی کی صنعت چلاتا ہے۔ جس نے دنیا میں بڑے بڑے ملکوں کو پچھاڑ دیا ہے۔

چھوٹی چھوٹی بھٹیاں سوئی گیس سے کام کرتی ہیں یعنی گرمائش HEATING سوئی گیس سے کی جاتی ہے۔ MELTING یعنی پگھلانے کا عمل بجلی سے ہوتا ہے۔

چھوٹی بھٹیاں جو سٹیل تیار کرتی ہیں اس کی قیمت ۴۰۰۰ روپے فی ٹن سے ۵۰۰۰ روپے فی ٹن تک ہوتی ہے۔ اتفاق فونڈری کا نرخ ۵۶۰۰ روپے فی ٹن تک ہے۔ کراچی میں سرکاری انتظام میں کام کرنے والی دونوں چھوٹی فونڈریوں یعنی میٹرو پولیٹن اور کوالٹی کا نرخ اس سے زیادہ ہے۔

اتفاق فونڈری میں سکریپ پاکستان ریلوے سے لیا جاتا ہے۔ جو شاید بھارت سے منگوائی جاتی ہے۔ بھارتی کوئلہ بھی ریلوے ہی سے حاصل کیا جاتا ہے جو آگے بیچا جا رہا ہے۔ سکریپ حاصل کرنے کا ایک اور ذریعہ پرانے جہازوں کو توڑ کر ان سے سٹیل پلیٹیں حاصل کرنا بھی ہے۔ کراچی میں اس وقت سٹیل کی جہازی پلیٹ کا نرخ چار ہزار روپے فی ٹن [illegible]

[illegible] پاکستان [illegible] براہ راست سٹیل تیار کرتے [illegible] ایک مل کی اجازت حکومت نے پرائیویٹ سیکٹر میں دی ہے جو کالا باغ کے مقام پر لگائی جائے گی یہ چھوٹی سٹیل مل ہو گی تاہم اسے ملکی کوئلے اور ملکی مواد سے سٹیل بنانے کا اعزاز حاصل ہو گا اس بحث کو خلاصہ پر نکالو:

۱۔ کراچی میں روسی تعاون سے جو بڑی سٹیل مل لگ رہی ہے۔ اس کا خرچہ بے انتہا ہے۔ مگر افادہ اس کی مناسبت سے انتہائی کم۔ کیونکہ اس میں غیر ملکی کوئلہ اور غیر ملکی "آئرن اور" استعمال ہو گی۔ اور سٹیل کی فی ٹن لاگت اس قدر زیادہ ہو گی کہ سکریپ سے تیار کرنے والی چھوٹی چھوٹی فونڈریاں اور بھٹیاں اس سے کم قیمت پر سٹیل سپلائی کر رہی ہیں۔ بلکہ باہر سے جو سٹیل اس وقت آ رہا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت چار سے پانچ ہزار روپے فی ٹن پڑتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ۸ سے ۱۰ ہزار روپے فی ٹن کون خریدے گا؟ اور اگر حکومت پبلک کے سر پر کی طرح زبردستی اسے اپنے اداروں میں فروخت کرے تو بھی ملک کو کیا فائدہ پہنچے گا۔

۲۔ سٹیل مل کی روزانہ پیداوار تکمیل کے بعد ۲۰۰۰ ٹن بتلائی جاتی ہے جس کے لئے کم و بیش ۱۵ سے ۲۰ ہزار ٹن کوئلے اور مواد کی ضرورت ہوگی۔ گویا ہفتے میں دو جہاز مسلسل پورٹ قاسم پر آتے رہیں گے۔ جو پیپر کاک کے قریب اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اتنے جہازوں کا بندوبست کیسے ہوگا جب کہ پاکستان کے پاس حاجیوں کو بھیجنے کے لئے بھی کافی جہاز موجود نہیں۔ علاوہ ازیں کانفرنسیں اور کمیٹیاں پہلے ہی باہر سے جہازوں پر آتے ہیں اکثر جہاز بروقت نہ [illegible] چلتے ہیں اور دستی اور بر پہنچتے ہیں۔ ان حالات میں اتنے بھاری اخراجات کے بعد بھی مکمل طور پر دوسروں کا دست نگر رہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

۳۔ آج کل ایشیا اور افریقہ کے ملکوں میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کے پیش نظر سمندری راستے نہ صرف غیر محفوظ ہو گئے ہیں بلکہ اس امر کی کوئی ضمانت بھی موجود نہیں کہ سارا سال یہ کھلے رہیں گے۔ راستے میں کسی بھی جگہ جنگ چھڑ جائے یا حالت جنگ کا اعلان ہو جہازوں کی آمد رک جائے گی۔ اور اس طرح پاکستان کے سب سے بڑے صنعتی منصوبے میں کام بند ہو جائے گا۔

۴۔ حساب لگایا گیا ہے کہ پیداوار کی قیمت کے برابر ہی ہم اس منصوبے پر اٹھنے والے اخراجات کا سود ادا کرتے رہیں گے۔ اور غیر ملکی خام مال پر انحصار کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گا۔ اس طرح یہ منصوبہ ایک ایسا "سفید ہاتھی" ہو گا جس کو کھلانے کے لئے ہمیں خود فاقوں مرنا ہو گا۔

اب ہم تین چوتھائی سے زائد رقم اس منصوبے پر خرچ کر چکے ہیں اور اسے روکا بھی نہیں جا سکتا۔ حالانکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ سے قبل پاکستان کے ایک سابق وزیر خزانہ نے چند سال پیشتر اخبارات میں اس کے خلاف مضامین لکھے اور کہا کہ یہ منصوبہ پاکستانی معیشت کے خلاف ایک ایسی سازش ہے۔ جس کے اثرات نہایت خوفناک ہوں گے۔ پاکستان اس کی موجودگی میں مزید مقروض ہو گا۔

بیوی کے ساتھ عمدہ اور مسرت بھری زندگی بسر کرو اور اس کو کسی قسم کے سخت اور درشت الفاظ سے مت پکارو، ہو سکتا ہے جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اس میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت رکھ دے۔ (قرآن حکیم)

رفیق غوری

گفتگو

میں نے حلف اٹھانے سے انکار کیوں کیا؟

بس! میرے دل نے کہا

میں نہیں مانتا! میں نہیں مانتا!!

لاہور ہائی کورٹ کے سابق جسٹس آفتاب فرخ سے ملاقات



۲۵ مارچ ...... خبر آئی کہ ملک میں عبوری آئین نافذ کر دیا گیا ہے، یہ عبوری آئین فوری طور پر نافذ ہوگا اور مارشل لاء کے قیام تک نافذ رہے گا اور نئے احکامات کے تحت اعلیٰ عدالتوں کے تمام ارکان از سرِ نو حلف اٹھائیں گے اگلے ہی روز ۲۶ مارچ کے اخبارات میں اس اطلاع کے ساتھ کہ عبوری آئین کے تحت اعلیٰ عدالتوں کے بیشتر ججوں نے حلف اٹھا لیا اس خبر نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کہ پاکستان کے چیف جسٹس انوار الحق سمیت سپریم کورٹ کے تین ججوں نے حلف نہیں اٹھایا جب کہ چھ ججوں کو حلف اٹھانے کی دعوت نہیں دی گئی۔ حلف نہ اٹھانے والے ججوں میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس انوار الحق مسٹر جسٹس دراب پٹیل، مسٹر جسٹس فخر الدین جی ابراہیم اور لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ذکی الدین پال مسٹر جسٹس آفتاب فرخ، مسٹر جسٹس عامر رضا خان، مسٹر جسٹس خواجہ حنیف بلوچستان ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس خدا بخش مری، اور مسٹر ایم اے رشید شامل ہیں جبکہ سپریم کورٹ کے جسٹس مولوی مشتاق حسین، عدالت عالیہ کے مسٹر جسٹس جی ایم شاہ، مسٹر جسٹس عبدالحفیظ میمن، کے علاوہ تین فاضل ججوں مسٹر جسٹس کے ایم صمدانی، مسٹر جسٹس خلیل الرحمٰن اور مسٹر جسٹس چودھری خورشید سے حلف نہیں لیا گیا۔ پاکستان کی عدلیہ کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور انتہائی اہمیت کا حامل واقعہ ہے۔ آخر وہ کون سے محرکات ہیں جن کے باعث عدالت عالیہ کے ان فاضل جج صاحبان نے اس درجہ اہم فیصلہ کیا ہے۔

زیرِ نگاہ صفحہ میں ہم نے لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس آفتاب فرخ صاحب سے اس فیصلہ کے فوری کا بعد کی گئی ایک ملاقات میں اپنے سوالات اور جسٹس صاحب کے جوابات کا عکس پیش کیا ہے۔ تو آیئے جسٹس صاحب سے اپنی اس گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

سوال: آپ نے عبوری آئین کے تحت خود حلف نہیں اٹھایا یا آپ سے حلف اٹھانے کو کہا نہیں گیا۔

جواب: عبوری آئین کے تحت حلف اٹھانے کے مسئلہ پر غالباً میں پہلا جج تھا جس نے اس اقدام کا سختی سے نوٹس لیا اور حلف نہ اٹھانے کا فوری فیصلہ کیا تھا۔

سوال: آپ نے حلف نہ اٹھانے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا؟

جواب: ایک خوش دل وکیل کا یہ فرض ہے کہ وہ عدالتِ عالیہ کے جج کا عہدہ قبول کرکے عدالت کے احترام اور عدلیہ کا وقار قائم رکھنے میں اپنے حصہ کا فرض چکا سکے۔ میں نے وکیل سے جج بننے کو صرف اس بنیاد پر ترجیح دی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک وکیل کی عزت نہ صرف عدالت کی عزت سے منسلک ہے بلکہ اس کی مرہونِ منت بھی ہے اور ایک جسٹس کی عزت کا سارا دارومدار اس کی آزادی اور بلا خوف و خطر فیصلہ کرنے کی قوت پر منحصر ہے۔ حالیہ آئینی ترامیم کا اگر ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صرف عدالت عالیہ کے بہت سے اختیارات محدود کر دیئے گئے ہیں، بلکہ فاضل جج صاحبان کی آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کی جرأت و ہمت کو محدود کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ (TERMS AND CONDITIONS) کو اس طرح تبدیل کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی جج کسی اہم مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت حکومت وقت کی ناراضگی کے خوف میں زیادہ سے زیادہ مبتلا ہو جائے اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں مزید مشکلات محسوس کرے۔ لہٰذا جب میں نے دیکھا کہ ایک بلند و بالا مقام پر بیٹھے منصف جس کے فرائض میں حکومت اور شہری کے درمیان انصاف کرنا بھی شامل ہے، سے اس کا بلند و بالا مقام چھین کر اسے صرف YOUR OBEDIENT SERVANT بنانے کی جسارت کی گئی ہے تو میرے ذہن نے اس صورتِ حال کا احاطہ کیا اور پھر میرے دل سے صدا آئی۔

میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

دیکھئے! اگر عدالت کے وقار اس کی عزت اور اس کے احترام کو کم کرنا ہی حکومت کا منشائے مقصود ہے تو مجھے صرف ایک اچھی سرکاری ملازمت کی قطعی ضرورت نہیں۔ عدلیہ کے وقار کی خاطر یا اصولوں کے عوض ایسی کئی اچھی سرکاری ملازمتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔

سوال: میاں صاحب! جب بہت سے جج صاحبان نے اس عبوری آئین کے تحت حلف اٹھا لیا تو آپ کو اس بات کا احساس تو نہیں ہوا کہ آپ کا یہ فیصلہ عاجلانہ اور جذباتی نوعیت کا ہے۔

جواب: جی نہیں، ہرگز نہیں۔ جس خلوصِ دل اور جن نیک جذبات کے ساتھ مختلف مکتبۂ فکر کے لوگوں، سیاسی سماجی اور قانونی حلقوں کے علاوہ عوام الناس اور میرے قریبی احباب نے مجھے مبارکباد دی اور خراجِ تحسین پیش کیا ہے، اس سے مجھے اپنے اس فیصلے کی عظمت کا احساس ہوا ہے اور میرے اس موقف کو تقویت ملی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی عزت جو مجھے معمولی سی قربانی دے کر حاصل ہوئی ہے شاید پاکستان کے خزانہ میں موجود تمام سونا خرید کر بھی حاصل نہیں کر سکتا اور میں یہ بات فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میرے اس اقدام سے نہ صرف قدر افزائی ہوئی ہے بلکہ پاکستان کی عدلیہ کا من حیث الادارہ وقار بڑھا ہے۔ بیرونِ ملک بھی لوگوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ آج بھی پاکستان میں بہت سے باکردار اور حوصلہ و جرأت والے لوگ موجود ہیں۔

سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اس اقدام سے نہ صرف آپ کی عزت میں اضافہ ہوا ہے بلکہ عدلیہ کا وقار بھی بڑھا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان جج صاحبان کا جنہوں نے آپ کے اس اقدام سے مختلف فیصلہ کرتے ہوئے حلف اٹھا لیا ہے، تشخص کیا بنتا ہے؟

جواب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ان فاضل جج صاحبان کو بلکہ پاکستان کے ہر شہری کو اپنی رائے رکھنے کا حق حاصل ہے اور اختلافِ رائے کا احترام بھی ہر کسی پر لازم ہے۔ لہٰذا ہر شخص کسی بھی چیز کا فیصلہ اپنے حالات و واقعات کے مطابق اپنے اندازِ فکر اور حسن تدبر سے کرنے کا حق رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں جن حضرات نے حلف لیا ہے وہ تہہ دل سے ان حالیہ آئینی ترامیم کو ذہنی طور پر قبول کرتے ہوں اس سلسلے میں بعض احباب کی "مجبوریاں" ہو سکتی ہیں۔ بعض کی "معذوریاں" اور اسی قسم کی دوسری مشکلات جن کے باعث وہ اتنا اہم قدم اٹھانے سے قاصر ہوں ہمیں ان کا جائزہ ان کے اپنے مخصوص حالات میں لینا چاہیے

اور سب سے بڑھ کر زیادہ حقیقی بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان فاضل جج صاحبان کی دانست میں وہاں سے اٹھ کر باہر چلے آنے سے وہاں اندر بیٹھ کر قوم اور ملک کی زیادہ بہتر خدمت بھی تو ہو سکتی ہے انہیں اپنی رائے رکھنے کا ہر لحاظ سے مکمل حق حاصل ہے اور ظاہر ہے مجھے یا کسی دوسرے کو اپنی رائے ان پر ٹھونس دینے کا حق ہرگز نہیں، ایسی صورتحال میں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کا پہلے سے بڑھ کر احترام کریں کیونکہ اگر ہم ان کا احترام نہیں کرتے اور خدانخواستہ ان کی تضحیک کا کوئی پہلو تلاش کرتے ہیں، تو ہمارا ایثار رائیگاں جائے گا، کیونکہ ہم نے تو قربانی دی ہی اسی لئے ہے کہ بینچ اور بار کا احترام مجروح کرنے کی کوشش کو ناکام بنایا جائے

کیونکہ بقول شاعر ؎

دشمنوں نے تو دشمنی کی ہے
دوستوں نے بھی کیا کمی کی ہے

اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آیا رائے عامہ اس قدر بیدار ہے کہ اگر تمام احباب باہر آ جائیں تو ان کی جگہ لینے کی کوئی جرأت نہ کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو کیا جج صاحبان جنہوں نے اپنا عہدہ خالی نہیں کیا یہ سمجھنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ ان کا کرسیاں چھوڑ دینے کا عملی نتیجہ ان سے نچلے کردار کے حامل افراد کے لئے جگہ خالی کرنے کے مترادف ہوگا۔

سوال: بعض جج صاحبان نے حلف اٹھا لیا ہے اور بعض نے نہیں اس امر میں کسی قسم کی سیاست یا باہمی چپقلش کا بھی دخل ہے؟

جواب: میں نہیں سمجھتا کہ اس عمل میں ایسا کوئی دخل ہے، میرا خیال ہے کہ یہ ہر ایک کا انفرادی اور ذاتی نوعیت کا فیصلہ ہے جو دُوررس نتائج کا حامل ہے اور بعض احباب کے لئے تو انتہائے منزل تک پہنچ کر منزل سے نیچے چھلانگ لگا دینے کے مترادف ہے۔

سوال: یہ دلیل اپنی جگہ پر خاصی وزنی ہے کہ عبوری آئین کے نفاذ سے شر پسند اور تخریب کار عناصر سے نمٹنا آسان ہو گیا ہے طویل عدالتی طریقِ کار اور قانونی استقام کے باعث موجودہ حالات میں حکومت کو مشکلات پیش آ رہی تھیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جی میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ ضابطہ یا قانون میں ایسا کوئی سقم نہیں تھا کہ ان اقدامات کی ضرورت محسوس کی جاتی۔ اور پھر کیا یہ جج صاحبان واہگہ پار سے بھیجے گئے ہیں یا ماسکو سے آئے ہوئے ہیں۔ آخر یہ تمام احباب پاکستانی ہیں، پاکستانی ذہن رکھتے ہیں، نظریۂ پاکستان پر خلوصِ دل سے اعتقاد رکھتے ہیں اور اگر ان کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آئے جس سے وطن دشمنی یا تخریب کاری ثابت ہوتی ہو۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی فاضل عدالت ایک لمحہ کے لئے بھی قرار واقعی سزا دینے سے گریز کرتی رہی ہے یا کر سکتی ہے۔ مگر کسی بھی شخص کو سزا دینے سے گریز کرتی رہی ہے یا کر سکتی ہے، مگر کسی بھی شخص کو سزا دینے سے قبل یہ لازم ہے کہ فاضل جج کے دل و دماغ کو مطمئن کر دیا جائے کہ ملزم گناہگار ہے اور ایسے ملزم کو سزا دے کر کوئی جج کسی حکومت پر کسی طرح کا کوئی احسان نہیں کرتا۔ بلکہ اپنا فرض بجا لاتا ہے اس سلسلے میں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک فاضل جج کو اپنا فیصلہ دیتے وقت مخالف رائے عامہ کی تنقید کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے۔ اگر کوئی فاضل جج اس خوف کی وجہ سے کسی کو سزا صرف اس لئے دیتا ہے کہ وہ شعلہ مخالف نہ ہو جائے یا وہ کسی ثابت شدہ ملزم کو صرف اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ رائے عامہ کی تنقید کا نشانہ نہ بنے تو ایسے جج کو جج کہلانے کا حق ہرگز حاصل نہیں وہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں اپنے حلف کے اس حصہ سے وفاداری نہیں کرتا۔

بہرحال ایک بات میں واضح طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ وقت نہ تو ان اقدامات کا ہے اور نہ ہی اس وقت ان کی کوئی ایسی ضرورت تھی۔

میرا یقین ہے کہ جس کسی نے بھی صدر مملکت کو یہ مشورہ دیا ہے، اس نے ان سے دوستی کا ثبوت دیا ہے نہ ملک سے وفاداری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

سوال: میاں صاحب! کیا آپ اس عہدہ سے علیحدگی کے بعد سیاست کے میدان میں ملک و قوم کی خدمت کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔

جواب: میرا خاندان شروع سے عملی سیاست سے وابستہ چلا آ رہا ہے، میرے والد فرخ حسین بیرسٹر پنجاب مسلم لیگ کی قیادت کے صفِ اوّل کے راہنماؤں میں سے تھے اور نواب ممدوٹ کے ذاتی معتمد تھے میری والدہ بھی پنجاب مسلم لیگ کی صفِ اوّل کی خواتین لیڈروں میں سے رہی ہیں تحریکِ پاکستان میں انہوں نے سرگرم حصہ لیا تھا اور آج بھی ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے کام کرتی چلی آ رہی ہیں۔ میرے انتہائی قریبی احباب کا بھی سیاست میں بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رہا ہے، مجھے آج بھی "حمید نظامی" اور "شورش کاشمیری" جیسے بیباک اور حوصلہ مند لوگوں کے انتہائی قریبی دوست ہونے پر فخر ہے آپ کس سیاست کی بات کرتے ہیں، قتل، غارت تشدد اور ہائی جیکنگ جیسی بنیادوں پر استوار کی گئی سیاست کی تو ... جی نہیں ...... میں سیاست سے دلچسپی رکھتا ہوں لیکن صرف ایسی سیاست سے جس کی غرض و غایت اسلام، جمہوریت، نظریۂ پاکستان اور ملکی استحکام پر مبنی ہو۔

عورت کی عزت شریف الطبع ہی کرتے ہیں اور اس کی اہانت کمینے لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

پاکستان میں "دے جا سخیا راہِ خدا" کا سلسلہ کیسے ختم ہو؟

تحریر
عامر علی خان



چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو بچپن ہی سے گداگری کی تربیت دی جاتی ہے

آزادی کے بعد وطن عزیز میں جس پیشے کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا وہ گداگری ہے۔ اگرچہ بیرونی ممالک سے فی سبیل اللہ امداد حاصل کرنے کے ناطے ایک لحاظ سے ہماری پوری قوم گداگری کا شرف حاصل کر چکی ہے۔ لیکن جو لوگ انفرادی طور پر اس منفعت بخش پیشے سے متعلق ہیں ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ اس پیشے کو اختیار کرنے کے لئے نہ تو کسی کی اجازت نامہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی انٹرویو دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص جو لوگوں کے جذبہ ترحم کو ابھار سکے بقدر ہمت اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اگر کبھی صبح سویرے آپ کو بادشاہی مسجد کے عقب میں مقیم فقیروں کے پاس سے گزرنے کا موقع ملے تو آپ انہیں میک اپ کرتے دیکھ کر حیران رہ جائیں گے، کوئی شخص انگلیوں پر سرخ رنگ کی کریم مل رہا ہے، تاکہ جذامی نظر آئے، دوسرا پنڈلیوں پر چیتھڑے لپیٹ رہا ہے اور یوں کاروبار پر روانہ ہونے سے قبل ہر فقیر اپنا لک سک درست کر رہا ہوگا۔

گزشتہ دنوں ہمیں ایک ضروری کام سے پاکستان جانا پڑ گیا۔ لاہور میں ایک دن ہم بس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شاہدرہ موڑ کے اسٹاپ پر ادھیڑ عمر کی دبلی پتلی ایک عورت فقیرانہ ہیئت کذائی میں "یا علی مدد" کا نعرہ لگاتی ہوئی بس میں داخل ہوئی اس عورت نے فقیروں جیسے موٹے موٹے کنگن پہن رکھے تھے، اور "عملی فقیر" ہونے کی دعویدار تھی۔ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک مسافر نے اسے لعن طعن شروع کر دی۔ اور کہا کہ گداگری کا "پیشہ" چھوڑ دو تو میں تمہیں گھر پہ ملازم رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ "پیشے" کا لفظ سن کر وہ عورت سیخ پا ہو گئی۔ اور گالیاں دیتی ہوئی بس سے نیچے اتر گئی، ڈرائیور بتانے لگا کہ اس موڑ پہ گداگروں کے ایک پورے خاندان کا قبضہ ہے، جن میں مرد عورتیں اور بچے سبھی شامل ہیں۔ ایک فرد بھگتان کر کے بس سے اترتا ہے تو دوسرے کو اشارہ کر دیتا ہے کہ اب تم اپنی تقریر شروع کرو۔ ڈرائیور نے بتایا کہ پہلے یہ اڈہ گداگروں کے ایک دوسرے گروہ کے قبضے میں تھا۔ موجودہ قابضین نے بھاری پگڑی دے کر ان سے خرید لیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا فقیر یہاں کاروبار نہیں کر سکتا۔

پگڑی کا نام سن کر شاید آپ چونک اٹھے ہوں! اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ موقع کی جگہ حاصل کرنے کے لئے نذرانہ دینا ہی پڑتا ہے۔ چلتے پھرتے فقیروں کی بات تو الگ ہے۔ لیکن جو لوگ آپ کو ہر روز ایک مخصوص جگہ پہ کھڑے یا بیٹھے نظر آئیں انہوں نے یہ کاروباری مرکز مفت حاصل نہیں کیا ہوتا۔ نہ ہی کوئی دوسرا شخص آ کر وہاں کاروبار کر سکتا ہے، کیونکہ ان گداگروں کی اپنی داخلی پولیس بھی موجود ہے جو بھتہ ٹیکس وصول کر کے نظم و ضبط قائم رکھتی ہے۔ اور ان لوگوں کے باہمی جھگڑے چکاتی ہے، کمائی کرنے کے لئے آخر کچھ خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔

ہم ایک دفعہ ریل میں سفر کر رہے تھے ہمارے ڈبے میں ایک گداگر نے تقریر شروع کر دی اور مسافروں کو پریشان کرنے لگا۔ اتفاق سے ایک ٹکٹ چیکر بھی اس وقت ڈبے میں موجود تھا۔ کچھ لوگوں نے اس سے شکایت کی کہ ریلوے اہلکار ان گداگروں کو روکتے کیوں نہیں، لیکن ٹکٹ چیکر نے ان سنی کر دی کچھ دیر بعد اگلے سٹیشن پر گاڑی رکی تو ہم حیران رہ گئے، دور جنگلے کے پاس وہ گداگر اور ٹکٹ چیکر دونوں کھڑے کھسر پھسر کر رہے تھے۔

گداگروں کی ظاہری حالت واقعی قابل رحم ہوتی ہے، لیکن خلوت میں آپ اگر انہیں "کاروبار" کرتے دیکھیں تو آپ کا جذبہ رحم ختم ہو جائے۔ اگلے ہی روز ایک بس ڈرائیور بتانے لگا کہ ایک روز کھانا کھانے کے لئے "ڈرائیور ہوٹل" کے بجائے میں نشتا ایک اونچے ہوٹل میں چلا گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ساتھ والی میز پر ایک گداگر بیٹھا کھانا کھا رہا ہے، جسے میں ہر روز راوی کے پل پر بھیک مانگتے دیکھا کرتا تھا۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ خدا اگر دولت دے تو اسے خرچ بھی کرنا چاہئے اسی لئے اکثر گداگر عیاشی کرنے کے علاوہ منشیات بھی استعمال کرتے ہیں۔ مال مفت دل بے رحم ایک پرانی کہاوت ہے اس لئے منشیات کی قیمتیں خواہ آسمان سے باتیں کرنے لگیں، ہمارے گداگروں کے ہاتھ ان تک جا پہنچتے ہیں۔ ہم نے امرا کی طرح گداگروں کو گرمیاں گزارنے کے لئے مری جاتے بھی دیکھا ہے، ان کے لئے مری جانا کون سا مشکل کام ہے۔ یہاں نہ مانگا وہاں مانگ لیا آخر مری جانے والوں کا جذبہ رحم تو نہیں مر جاتا بلکہ وہاں کاروبار کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ کیونکہ سیزن گزارنے کے لئے وی آئی پی حضرات مری میں مقیم ہوتے ہیں۔

گداگری کے روایتی اور غیر روایتی حیلے ہیں۔ گھر گھر گھومنا اور صدا لگانا تو بہت پرانا طریقہ ہے۔ بعض گداگروں نے کارڈ چھپوا لئے ہیں، وہ بس میں داخل ہوتے ہی ایک ایک کر کے تمام مسافروں میں یہ کارڈ تقسیم کر دیتے ہیں۔ واپسی کے پھیرے کارڈ کے ساتھ ساتھ خیرات بھی اکٹھی کر لیتے ہیں، جو دے اس کا بھی بھلا جو نہ دے اس کا بھی بھلا۔ بعض گداگر فرضی یتیم خانوں کے نام پر مانگتے ہیں، ان کے پاس باقاعدہ رسید بکیں ہوتی ہیں۔ اور آپ کے اطمینان کی خاطر وہ آپ کو رسید بھی جاری کر دیتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس یتیم خانے کے واحد یتیم وہ خود ہوتے ہیں۔

ہمارے ایک عزیز نے ہمیں بتایا ہے کہ گزشتہ پندرہ برس سے وہ ایک صاحب کو "زیر تعمیر مسجد" کے لئے چندہ مانگتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے پاس ایک صندوقچی ہوتی ہے۔ جس کے تالے پر کپڑا لپیٹ کر لاکھ سے مہر لگی ہوتی ہے، یہ مہر بھی غالباً دس پندرہ سال پرانی ہے، شاید وہ صندوقچی پچھلی جانب سے کھولتے ہوں گے، جنت میں گھر بنانے کے خواہش مند حضرات ان کی صندوقچی میں کچھ نہ کچھ ڈال ہی دیتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا ذلیت کا کاروبار جاری ہے۔ بعض لوگ رضاکاروں کی وردی پہن کر مانگتے ہیں اور کچھ دوسرے سوٹ بوٹ پہنے بڑے مہذب طریقے سے گداگری کرتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں اگر خیرات نہ بھی دی جائے تو بھی سائل کو ڈانٹا نہیں جاتا، بلکہ ملتجیانہ انداز میں کہا جاتا ہے "بابا جی معاف کرو"، ہم نے بڑے بڑے معززین کو فقیروں سے معافی مانگتے دیکھا ہے۔ لیکن دار الرحمت میں انہیں یہ باوقار مقام کیسے حاصل ہوگا وہاں تو افسری ماتحتی کا چکر چلے گا، حالانکہ ان آزاد منش گداگروں نے آج تک کسی کی ماتحتی قبول نہیں کی۔

گداگری ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے، بے جا جذبہ رحم کی حوصلہ شکنی کی جائے اور کسب حلال کو معاشرے میں باعزت مقام دیا جائے، محنت میں عزت، کسی زمانے میں اسلام کا سنہری اصول تھا۔ آج یہ اصول غیر اقوام کے قبضے میں ہے اور مسلمانوں نے عزت کا تاج محنت کے سر سے اتار کر گداگری کے سر پر رکھ دیا ہے، جب تک یہ تاج دوبارہ محنت کے سر پر نہیں رکھا جائے گا، مسلم معاشرہ گداگری سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔

۱۹۸۱ء کے بجٹ کا خلاصہ

Ontario

۱۹ مئی ۱۹۸۱ء کے اس بجٹ میں اونٹاریو کے خزانچی جناب فرینک ملر اونٹاریو کی معیشت میں اضافہ اور عوام کیلئے اعلیٰ سطح کی کارکردگی کی ذمہ داری کی دوبارہ توثیق کرتے ہیں، ساتھ ہی حکومت کی تقلیع میں تخفیف کی تکمیل کرتے ہیں۔

آنے والے سال کیلئے جناب ملر اونٹاریو کی معیشت کی ترقی کے منصوبے پیش کرتے ہیں خزانچی نے ۱۹۸۱ء کیلئے حقیقی ترقی میں ۱۰۵ فی صد سینٹ اضافے کا تخمینہ لگایا ہے ۱۹۸۰ء کے مقابلے میں اس میں تھوڑی سی کمی ہوئی ہے۔ اور اس سال ۰۰۰،۱۰۰ ملازمتوں کا اخراج ہوا ہے۔

خزانچی ملر کہتے ہیں کہ مالی چلانے جیسے بجٹ میں پیش کیا گیا ہے، مناسب و موزوں ہے اور معقول ہیں۔ "اخراجات میں اضافہ ..... لاگت پر افراط زر کے مفہوم کو واضح کرتا ہے لیکن اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ صوبائی اخراجات کو برانگیختہ نہیں کرتے (صفحہ ۱۱)

خزانچی نے کہا کہ جب کے ممکن حال دعویٰ کرتا ہے "اخراجات میں اضافہ، پرامید معاشی تکمیلے کی روشنی میں جاری ہے اور اسی کو تسلیم کیا جائے گا۔ اونٹاریو صوبے کی پیشانی پر ابھی بھی موجود ہے۔ (صفحہ ۲۱، ۲۲)

ترقی کے لئے فنِ حرب، ملازمت اور قیمت کا مستحکم ہونا۔

جناب ملر کا بجٹ اس بات کو نمایاں کرتا ہے کہ حکومت کا طویل مدت کیلئے فنِ حرب جو معاشی ترقی کیلئے ہے، افراط زر میں کمی اور ملازمت کے اخراج کا باعث ہوگا۔ معیشت کے استحکام کیلئے خاص خاص عناصر کا خاکہ کچھ اس طرح خزانچی نے پیش کیا ہے۔ جیسے:

- سرمایہ کاری (انویسٹمنٹ) کی حوصلہ افزائی کرنا۔
- ملکی توانائی کے ذرائع کو استعمال میں لانے کی حوصلہ افزائی کرنا۔
- مزدوروں کی حرکت پذیری اور تربیت کو فروغ دینا۔
- حکومت کی تقلیع میں تخفیف کرنا۔

فوری افراط زر کے موجودہ خاکے پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب ملر اس ضرورت پر زور دیتے ہیں جو قومی رہائی کیلئے ہو کہ ساری دنیا کے منظر قدرت کیلئے کیا ضروری ہے۔ اونٹاریو کے وقار کیلئے، وہ کہتے ہیں" ہم روپیہ لگانے (انویسٹمنٹ) کیلئے نئی راہ تلاش کر رہے ہیں تاکہ ہماری معیشت مستحکم رہے اور اونٹاریو کو معاشی استحکام اور خوشحالی اقبالی جیسا کرتی رہے۔ (صفحہ ۲)

جناب ملر نے متعدد چیدہ چیدہ منصوبوں کی وضاحت کی اور اپنے تمہیدی بیان میں خزانچی نے خوردہ فروشی کے ٹیکس میں کمی پر نظر ثانی کیا اور وضاحت کی کہ اس طرح فرد واحد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جس سے ایک مخصوص وقفہ کیلئے کا فائدہ

والوں، تقسیم کار، اور خردہ فروشوں کو فائدہ ہوا ہے" ہم یقین سے کہتے ہیں کہ آنے والے ہفتوں میں ..... یعنی اختتامی تاریخ ۳۰ جون ۱۹۸۱ء سے پہلے تک ہمیں خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ (صفحہ ۹)

خزانچی نے فرنیچر کی خریداری کی ڈیلیوری کی تاریخوں میں توسیع کرتے ہوئے کہا کہ اگر ۳۰ جون تک خریداری کر لی جائے اور اس کی ترسیل ۳۰ ستمبر تک ہی ہو تو اس سے سیلز ٹیکس کی چھوٹ سے مستفید ہوا جا سکتا ہے۔

خزانچی نے کہا کہ دی بورڈ آف انڈسٹریل لیڈر شپ اینڈ ڈیولپمنٹ اونٹاریو کی معاشی ترقی کیلئے کام کر رہا ہے۔ BILD کے فنِ حرب کا دخل بہت زیادہ ہے ..... جس کا اثر، صنعت و حرفت، کاشتکاری، کانِ اور تفریحات کے پروگراموں پر ہوا ہے۔ حقیقت میں اس کا اثر حوالی ذرائع کی طرح ہوا ہے۔" (صفحہ ۵) BILD چھ اہم منصوبوں پر اثر انداز ہو رہی ہے اور خزانچی کے بیان کے مطابق ان کے بجٹ میں BILD سے مستفید ہونے والے یہ چند ذرائع ہیں۔ بجلی، آمد و رفت، توانائی، ٹیکنالوجی، عوام اور کمیونٹی۔ جناب ملر اسمال بزنس ڈیولپمنٹ کارپوریشن پروگرام کے تحت چھوٹی تجارت کے فروغ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

چھوٹی تجارت جس میں خاطر خواہ رقم لگائی گئی ہو صوبے کی معاشی ترقی کیلئے اہم ہے جس سے افراط زر کی روک تھام ہو سکتی ہے جس کے بارے میں بجٹ میں وضاحت کی گئی ہے۔ (صفحہ ۷، ۸)

خزانچی کے نظریات کے مطابق "..... وہ تمام نئی نوکریاں اس چار سال کے عرصہ میں فراہم کی جائیں گی، اس چار سال کا عرصہ اس سال کے اختتام پر ختم ہو رہا ہے" "حکومت کے معاشی پروگرام نے لوسینٹ کو بڑھا کر نئی نوکریوں کا اجرا کیا ہے۔ (صفحہ ۲)

"ہم اس قابل ہیں کہ ۱۹۸۰ء کے معاشی ذرائع سے مستفید ہو سکیں" (صفحہ ۲) ملر نے کہا۔

عوام کیلئے خصوصی خدمات

بجٹ واضح کرتا ہے کہ حکومت نے ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۱۹ء۹ (۱۹.۹) بلین ڈالر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گزشتہ بجٹ کے مقابلے میں اس میں ۱۲ء۲ (۱۲.۲) فیصد کا اضافہ ہوا ہے جناب ملر نے کہا کہ اخراجات کی یہ حد ذاتی اور عام ترجیحات کی حد کو بغیر متاثر کئے ہوئے عوام کیلئے اعلیٰ خدمات مہیا کرے گی۔ صوبے نے تقریباً ۵ء۶ (5.6) بلین ڈالر صحت کیلئے مخصوص کیا ہے۔ یعنی گزشتہ سال کے مقابلے میں ۱۳ء۹ (۱۳.۹) فیصد کا اضافہ ——— یہ اضافہ ۲۸ء۱ (۲۸.۱) فیصد ہے جبکہ چھ سال پہلے یہ اضافہ ۲۶ء۶ (۲۶.۶) فیصد تھا۔ معذوروں کے اس مالی سال چھ اہم پروگراموں کیلئے تقریباً ۱۹ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اور حکومت ملازمت کے ترقیاتی

پر عمل ہونے میں مسلسل اثر انداز ہوتی رہے گی۔ ملر کے خیال میں ۸۲-۱۹۸۱ء کا افراط منظر جو ..... درست ہے اور حقیقی ہیں ..... جو ہمارے معاشرے کی اہم ضروریات کو متاثر کریں گی (صفحہ ۱۰، ۱۱)

فیڈرل اور صوبائی مسئلہ

جناب ملر نے BILD کے ذریعہ آٹوا سے آنے والی امداد پر عدم اطمینان کا اظہار کیا جناب ملر نے کہا "ہم مطمئن نہیں ہیں کہ ہمارے مقابلے جیسے آٹوا معاشی مسائل میں الجھ رہا ہے انہیں فوری طور پر اس پر عمل کرنا ہے"۔

یہ بجٹ فیڈرل کے افراط زر اور شرح سود پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ جناب ملر نے کہا "یقینی طور پر افراط زر کی جنگ جیتی جا سکتی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ فیڈرل اور صوبائی کاوشیں متاثر کن ہوں۔ اونٹاریو پوری کوشش کر رہا ہے کہ افراط زر میں زیادہ سے زیادہ کمی ہو لیکن کامیابی کا انحصار آٹوا کی کاوشوں پر منحصر ہے۔ جناب ملر کہتے ہیں" ہمیں ایسی قومی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو آمدنی کو ترقی دے اور درآمدات میں کمی کرے اور توانائی سے خود کفیل کی حوصلہ افزائی کرے۔ ہمیں ایسی فیڈرل حکومت کی ضرورت ہے جو ایسا منصوبہ بنائے جس میں اخراجات پر پورا کنٹرول ہو اور جس میں معاشی مساوات ہو۔ ہمیں اس یقین کی ضرورت ہے اور شاید ان تمام باتوں کے علاوہ ہمیں اس یقین کی ضرورت ہے کہ بحیثیت فرد واحد ہر ایک کو چاہئے کہ وہ افراط زر کو اپنی زندگی کا طریقہ کار نہ بنائے۔

مالی منصوبہ

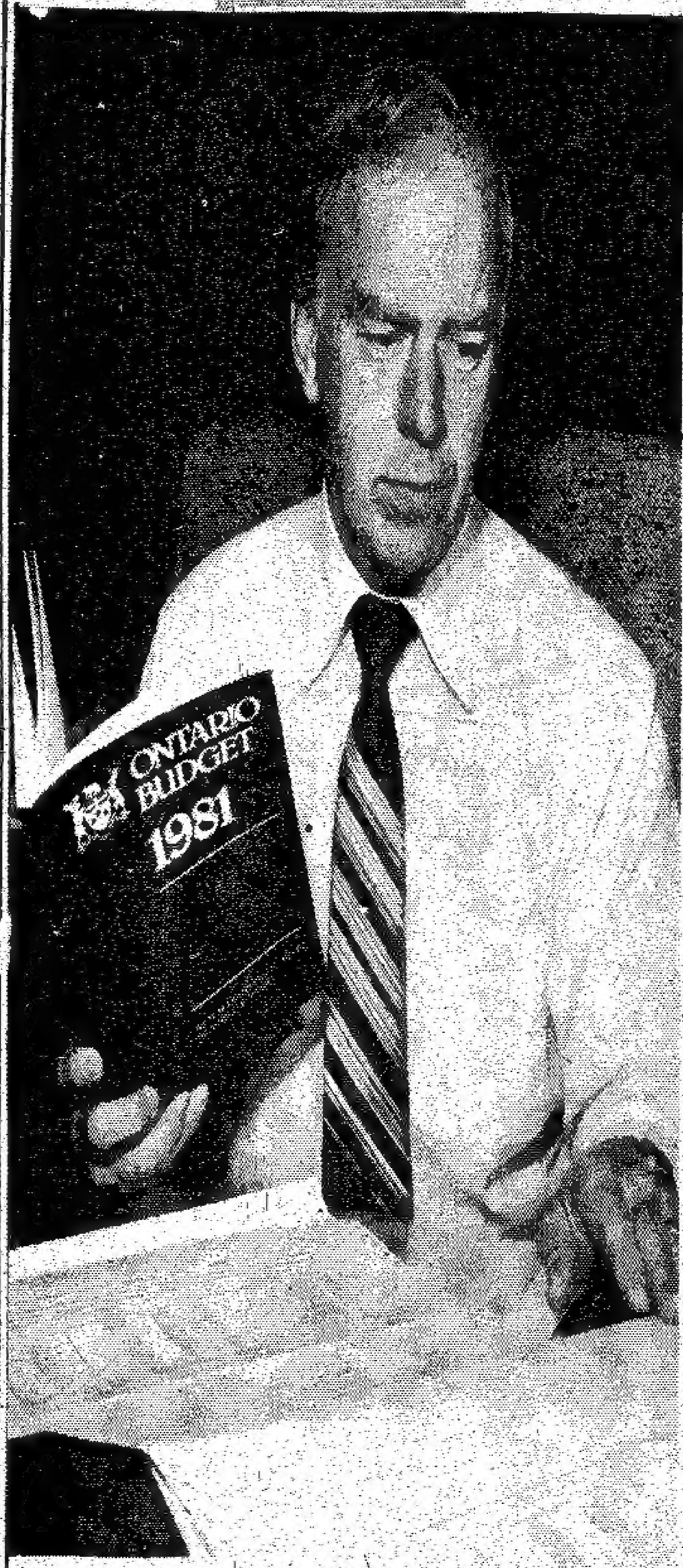
مالی منصوبہ جو کہ خزانچی نے پیش کیا، حکومت کے اخراجات میں معاشی لحاظ سے کمی کرتا ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء کیلئے صوبائی اخراجات صوبے کی کل پیداوار کا ۱۵ء۵ (۱۵.۵) فیصد کو ظاہر کرتا ہے جبکہ یہ اخراجات ۱۹۷۵ء میں ۱۶ء۵ (16.5) فیصد تھے (صفحہ ۱۴)۔

- یکم جولائی ۱۹۸۱ء سے ذاتی انکم ٹیکس میں ۴۸ فیصد بنیادی فیڈرل ٹیکس کا اضافہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۴۴ء کی شرح اس سال ۴۶ فیصد ہوگی۔ ۱۹۸۲ء میں یہ بڑھ کر ۴۸ فیصد ہو جائے گا۔
- OHIP کی ادائیگی میں فرد واحد کیلئے ۲۰ ڈالر تا ۲۴ ڈالر فی ماہ کا اضافہ ہوگا۔ اور فیملی کیلئے ۴۰ تا ۴۸ ڈالر فی ماہ کا اضافہ ہوگا۔ یہ اضافہ ماہ اکتوبر سے ہوگا۔
- پٹرول کے ٹیکس میں اوسطاً تقریباً ایک سینٹ فی لٹر کا اضافہ ہوگا، ڈیزل پٹرول میں ۱ء۱ (۱.۱) سینٹ فی لٹر کا اضافہ ہوگا۔ یہ تبدیلی ۲۰ مئی ۱۹۸۱ء سے ہو چکی ہے۔

- ۲۰ مئی ۱۹۸۱ء سے سگریٹ اور تمباکو کے ٹیکس میں بھی اس کی بنیادی قیمت کے فیصد سے اضافہ ہوا۔ ۲۰ سگریٹ کے پیکٹ پر ۵ سینٹ کا اضافہ ہوا۔
- الکوحل پر بھی ٹیکس میں اضافہ ہوا ۲۰ مئی ۱۹۸۱ء سے درآمدات اور خود ساختہ شراب پر ۵ پوائنٹ کا اضافہ ہوا۔ یکم جون ۱۹۸۱ء سے ملکی کشید شدہ بیئر پر ۵ء۴ سینٹ فی بکس کا اضافہ ہوا۔
- ۱۷ جولائی سے کینیڈین برانڈوں کے ٹیکس پر ۷ء۵ تا ۵ء۸ فیصد کی کمی ہو جائے گی۔

- دوسری چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں مثلاً رابطہ میں اضافہ اور ٹیکس کے طریقہ کار کو بہتر بنانے کی بھی چیکنگ کی گئی ہے۔

اختتام پر جناب ملر نے اعلان کیا کہ کم آمدنی والوں کیلئے ہوم ہیٹنگ گرانٹ کے طریقہ کی جانچ پڑتال کر رہے ہیں۔ "فیڈرل عمل کے بغیر ہی ہم اس صوبے میں ہیٹنگ کے اخراجات میں کمی کیلئے امداد فراہم کرینگے (صفحہ ۲۲) انہوں نے کہا "۸۲-۱۹۸۱ء کے موسم سرما میں ہیٹنگ کے اخراجات میں جو اضافہ ہوگا، یہ پروگرام اسی مقصد کیلئے ہے۔



MESSENGER
FORTNIGHTLY NEWSPAPER
پیغامبر
P.O. Box 2114, Station B, Scarborough, Ont. Canada M1N 2E5
Editor & Publisher SOHAIL AKHTAR
VOL: Tel. (416) 267-8006 NO.

تحریر: الف۔ عین

ضیاء الرحمن کا قتل
جس میں کئی غیر ملکی ہاتھ ملوث ہیں؟



بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمن بھی بالآخر اسی انداز کی موت سے دوچار ہو گئے جیسی موت انہوں نے شیخ مجیب الرحمن کو دے کر اقتدار حاصل کیا تھا. بلکہ ایک لحاظ سے ان کا انجام اس سے بھی دردناک ہے کہ ان کی لاش کو بھی یرغمال بنا لیا گیا ہے۔ پتہ نہیں کب تک یہ لاش بے گور و کفن پڑی رہے۔

بنگلہ دیش اس وقت خانہ جنگی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ اور چٹاگانگ کے باغی جنرل منظور احمد نے ڈھاکہ کی حکومت کی طرف سے دیئے گئے کئی الٹی میٹم ٹھکرا دیئے ہیں۔ ویسے بھی وہ ایک صدر کے قتل کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے کی صورت میں بھی ان کی بچت نہیں ہوگی۔ اس لئے غالب امکان یہی ہے کہ وہ اس وقت تک لڑیں گے، جب تک ان کے وسائل ان کا ساتھ دیں گے۔ ممکن ہے بات چٹاگانگ کی مکمل علیحدگی پر ہی ختم ہو۔

چٹاگانگ میں علیحدگی کی تحریک کافی پرانی ہے۔ یہ متحدہ پاکستان کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ یہ مسئلہ مغربی پاکستان کے ساتھ سابقہ مشرقی پاکستان کی چپقلش شروع ہونے کی وجہ سے دبا رہا۔ کیونکہ مغربی پاکستان سے علیحدگی حاصل کرنے کو اولیت دی گئی۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد چٹاگانگ میں گوریلا جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حتیٰ کہ گزشتہ سال کے اواخر میں وہاں قتل عام کی فضا قائم ہو گئی اور جنرل ضیاء کے فوجیوں کی طرف سے وہاں ہزاروں لوگوں کو قتل کر دینے کی خبریں ملیں۔

اس پس منظر میں ڈھاکہ کی انتظامیہ کا یہ دعویٰ کہ جنرل منظور کے ساتھ نہ عوام ہیں اور نہ ہی فوج، یک طرفہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ چٹاگانگ میں اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد جنرل منظور کے لئے وہاں کے عام عوام کی پوری حمایت حاصل کرنا قطعاً مشکل نہیں ہے۔ اور غالب امکان یہی ہے کہ انہیں یہ حمایت حاصل ہے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈھاکہ انتظامیہ اب تک الٹی میٹم کی میعاد میں کئی مرتبہ اضافہ کر چکی ہے۔ لیکن جنرل منظور اس الٹی میٹم کو قابل توجہ نہیں سمجھ رہے۔

اس واقعہ سے کچھ عرصہ پیشتر ہی حسینہ واجد (جن کا انڈیا پر جوش حامی ہے) کا بنگلہ دیش پہنچنا اور ان کا وہاں زبردست استقبال ہونا بھی محض ایک اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بنگلہ دیش اپنے قیام سے لے کر اب تک غیر ملکی امداد کے سہارے ہی زندہ رہا ہے۔ امداد دینے والے کبھی بھی مکمل بے غرض امداد نہیں دیتے۔ ان کے کوئی نہ کوئی مفادات ضرور ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے مفادات کے لئے مداخلت بھی کرتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے ملک میں مداخلت کرنا جو محض غیر ملکی امداد پر زندہ ہو اور بھی آسان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنگلہ دیش کے ان واقعات میں ایک نہیں کئی غیر ملکی ہاتھ ملوث ہیں۔ ان سب باتوں پر مستزاد بنگالیوں کی ہر لحظہ بدلنے والی مخصوص طبیعت ہے۔ خوش مزاجوں کی ٹھنڈے مزاج سے کی گئی سخت محنت سے بنتی ہیں۔ لیکن بنگالیوں کا ہر کام کو ادھورا چھوڑ کر بس آگے ہی آگے چلنے کا عمل ان کے لئے مہاراجہ اشوک کے زمانے سے لے کر اب تک بے پناہ مشکلات سے گزارتا رہا ہے۔ اور اگر انہوں نے اپنے اس غیر ذمہ دارانہ عمل کو ترک نہ کیا تو آئندہ بھی ایک قوم کی حیثیت سے ان کا پنپنا بے حد دشوار ہوگا۔

اسلامی سیاسی نظام میں سیاسی پارٹیوں کی گنجائش ہے؟

تحریر: ایم بی سکندر

قارئین کرام۔ صدر مملکت کے دورۂ رابطہ عوام کے افتتاح کے ساتھ ہی دوسرے سیاسی لیڈر بھی ان کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ جس کے تحت پریس کانفرنسیں بھی ہو رہی ہیں بیان بھی دیئے جا رہے ہیں اور اپنے مخالفین پر الزام طرازی بھی ہو رہی ہے لیکن یہ سرگرمیاں صرف ان لوگوں تک محدود ہیں جو حکومت کی گڈ بکس میں ہیں۔ معتوب حضرات کے لئے ابھی تک یہ سرگرمیاں شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حکومت نے ان لوگوں سے صرف نظر کرنے کی رعایت کو سنسر نرمی کا نام دے دیا ہے۔ دراصل بھارت نے پاکستان کو ہتھیاروں کی متوقع خریداری کے خلاف جو واویلا شروع کر رکھا ہے اس کی مذمت کا عوامی حلقوں سے کیا جانا بھی ضروری ہے اس سلسلہ میں حکومت کے نقطۂ نظر اور وہاں جناب وزیر خارجہ کے واضح اور تیز تند بیانات بھی بھارت کی تشفی نہ کر سکے بلکہ اب تو جنتا پارٹی بھی سرگرم ہو گئی ہے کا لعدم سیاسی پارٹیاں اب بھی اسی اختلافی ڈگر پر چل رہی ہیں دو ماہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود مسلم لیگ پگارا گروپ اور جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد میں کسی نئی پارٹی کا اضافہ نہیں ہوا خاکسار پارٹی جیسا چھوٹا گروپ بھی ابھی تک اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ پر عمل پیرا ہے قیوم خان پیر پگارا کی نمائندہ حیثیت کو چیلنج کر رہے ہیں تو سردار قیوم کی بات کیا گئی ہے کہ اسے خود اپنی پارٹی کی ورکنگ کمیٹی کی حمایت حاصل نہیں شاید ان سب کی سرگرمیاں صدر مملکت کے اس بیان کی وجہ سے مدہم پڑ گئی ہیں جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں سیاسی پارٹیوں کی گنجائش ہے ہی نہیں اسلام کا یہ سیاسی نظام کیسا ہوگا سوائے صدر مملکت کے کسی کو بھی معلوم نہیں اور ابھی تک تو اسلام کے معاشرتی نظام کی منزل بھی بہت دور ہے کیونکہ صدر صاحب نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ علماء اور فقہاء سے تفصیلی مذاکرات کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کے بغیر نظام اسلام صحیح طور پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ سیاسی نظام معاشرتی نظام کی پیداوار ہوتا ہے جب تک معاشرہ میں صحیح اسلامی روح سرایت نہیں کر جاتی اسلام کے کسی طرح کے بھی سیاسی نظام کا نفاذ گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنے کے مترادف ہوگا جیسا کہ تعزیرات اسلامی کے نفاذ کے بارے میں تجربہ ہو چکا ہے صدر مملکت کے اس حالیہ طویل پالیسی بیان کے مطابق ملک کی سیاسی منزل ابھی بہت دور ہے ابھی تو صرف وفاقی مشاورتی کونسل کی تشکیل کی راہ ہموار ہو رہی ہے اور اس کے لئے بھی صدر صاحب نے خود کو کسی پروگرام کا پابند نہیں بنایا صدر صاحب اپنے سابقہ الوداعی انتخابات کے تجربے کی بنا پر کسی بھی سکیم کے بارے میں کوئی قطعی تاریخ دینے میں بہت محتاط ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ وفاقی کونسل کے ارکان کی فہرستیں پولیس کی سفارشات پر تیار کی گئی ہیں تو انہوں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ یہ فہرستیں گورنروں سے منگوائی گئی ہیں خدا کرے گورنروں کی سفارشوں کی بنیاد پولیس کے محکمہ کی عام اطلاع نہ ہو۔ انہوں نے پشاور کے ایک حالیہ جلسہ میں بار بار فرمایا کہ وہ ان لوگوں کو اقتدار اپنے پاس رکھنے کا حق ہے جن کو عوام نے یہ ذمہ داری سونپی ہو۔ اور یہ کہ انہیں اور ان کے رفقاء کو گزشتہ چار سال سے عوام کی حمایت حاصل ہے ...... ہم عوام کی حمایت سے ملک اور اسلام کی خدمت کر رہے ہیں یہ میرا پختہ خیال ہے کہ عوام کی حمایت کے بغیر چند دن بھی حکومت چلائی نہیں جا سکتی۔ صدر صاحب نے اس اعتماد کا اظہار کیا کہ وہ نظام اسلام کے نفاذ تک عوام کا تعاون اور حمایت حاصل رہے گی حالانکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں صدر مملکت گزشتہ گیارہ سال سے مارشل لاء کے بل بوتے پر حکومت چلا رہے ہیں۔ چونکہ عدلیہ اب اس نئے تجربہ کو سہہ گئی ہے اس لئے خیال ہے کہ ملک میں مارشل لاء کا دور کافی طویل رہے گا بعض معترضین کا خیال ہے کہ اگر موجودہ حکومت پر عوام کو اس قدر اعتماد ہے کہ وہ کارکردگی کے بن دیکھے نتائج کے باوجود اس کے دلدادہ ہیں تو صدر صاحب وفاقی کونسل کے ممبران کی اپنی فہرست کو علماء اور فقہاء کے سامنے کیوں پیش کرنا چاہتے ہیں دراصل اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حالیہ پنجاب کابینہ میں بھی ایسے تین وزیر شامل ہیں جو ماضی میں پیپلز پارٹی کے ارباب اختیار کے اہم پالم نواز تھے اور باقیوں میں بھی کوئی کسی سابق سیاسی لیڈر کا رشتہ دار ہے اور کوئی جاگیردار یا صنعت کار طبقہ سے تعلق رکھتا ہے اس سلسلہ میں لوگوں کی زبان تو نہیں پکڑی جا سکتی پنجاب وزارت کی تشکیل کے بعد پنجاب کے بلدیاتی اداروں کا ایک محدود یک روزہ کنونشن بھی ہوا ہے اور یہ رہ موقوف ہے جبکہ ابھی وزارت میں دو تین وزیروں کی مزید گنجائش ہے۔ اس کے باوجود کنونشن کے ایک سینئر ممبر نے مطالبہ کیا کہ بلدیاتی اداروں میں کنزرونگ اتھارٹی کو ختم کیا جائے ان کا مطلب تھا کہ ڈپٹی کمشنر بلدیاتی نظام کے خوبیوں سے پُر ہونے کے دعوے کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ نظام ابھی تک بیوروکریسی کی بالادستی سے آزاد نہیں ہے لوکل باڈیز آرڈیننس میں اب تک اتنی ترامیم ہو چکی ہیں کہ اب اس کی صحیح پہچان بھی مشکل ہے عدم اعتماد کی تحریکوں کے ریلے کو دیکھ کر حکومت خود حیران رہ گئی چنانچہ حکومت کو انسداد کی تدابیر کے لئے قانون میں ترامیم کرنی پڑیں یہ سب کچھ ان اداروں میں دھڑے بندی کی فراوانی کی واضح علامت ہے چنانچہ صدر صاحب نے اپنی پشاور کی تقریر میں اس بات پر اطمینان کا اظہار فرمایا کہ کونسلروں کی اکثریت کا ذہن اسلامی ہے لیکن کونسلروں کی صفوں میں کچھ ایسے عناصر بھی گھسے ہوئے ہیں جن کی سوچ منفی ہے۔ اس وجہ سے حکومت کی کوشش ہے کہ ان عناصر کو بلدیاتی اداروں سے نکال دیا جائے تاکہ ان کا کام ٹھیک ہو۔ اور عام آدمی کو فائدہ

اسلام کا سیاسی نظام کیسا ہوتا ہے؟

پہنچے۔ سوال یہ ہے کہ یہ منفی سوچ رکھنے والے عناصر کیا عوام کے نمائندہ نہیں اور جن کے وہ نمائندہ ہیں ان کی نمائندگی کا کیا بنے گا جبکہ قانون میں یہ گنجائش موجود ہو کہ کنٹرولنگ اتھارٹی کسی بھی کونسلر کو اپنے اختیارات سے کھڑے کھڑے نکال سکتی ہے۔ وہ کونسلر عوام کی خدمت کریں گے یا بیوروکریسی کی۔ اب تو کونسلروں کی کنڈکٹ شیٹ کا طریق بھی رائج کیا جانے والا ہے (سرکاری ملازموں کی طرح) صرف اسی ایک شق کی موجودگی سے کونسلروں کی نمائندہ حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس سے تو نامزدگی ہزار درجہ بہتر رہتی۔

امریکہ سے اسلحہ کی خریداری کی بات چیت ابھی چل رہی ہے معلوم نہیں پاکستان کو کیا ملے گا اور کس شکل میں ملے گا جناب آغا شاہی نے بجا طور پر اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان دشمن لابی اس پر اثر انداز ہونے کی آخر وقت تک کوشش کرے گی اور ممکن ہے کہ ہر وہ چیز نہ مل سکے جس کا مطالبہ کیا جائے بھارت بھی واویلا کرنے میں بدستور سرگرم ہے۔ حال ہی میں مسز اندرا گاندھی نے اس سوال کو ایک بار پھر اٹھایا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک نئی اور اہم تبدیلی پاکستان میں متعین روسی سفیر مسٹر سمر نوف کا ایک حالیہ بیان ہے جو کہ انتہائی اہم ہے اور جسے امریکی چیلنج پر ٹالا نہیں جا سکتا ہے۔ اے پی پی کو دیا گیا یہ بیان بہت دلچسپ ہے۔ سفیر موصوف نے کہا کہ روس پاکستان کو اپنے باکسائٹ کے کثیر ذخیروں کو ایلومینیم میں تبدیل کرنے کے لئے فنی معلومات بہم پہنچا سکتا ہے اور تیل کی تلاش میں بھی ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہے۔ پاکستان کو روس کی طرف سے فراہم کردہ ایٹمی توانائی کا پلانٹ کے نصب کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اسی سلسلہ میں فریقین میں بات چیت ہو سکتی ہے انہوں نے یقین دلایا کہ دیگر سپر طاقتوں کے برعکس روس اپنے معاہدوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے سفیر نے فرمایا کہ گڈو میں روس ۲۲ میگا واٹ کا ایک اور یونٹ لگانے پر تیار ہے انہوں نے مزید کہا کہ روس پاکستان کی زرعی ترقی کے لئے کھاد اور کرم کش ادویات تیار کرنے کی صنعتیں قائم کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور ایسی صنعتوں میں مدد

(باقی صفحہ ۲ پر)